واللہ کہ بناے لا الہ ہست حسینؑ
(خواجہ اجمیری علیہ الرحمۃ)

حسینیؑ قربانی
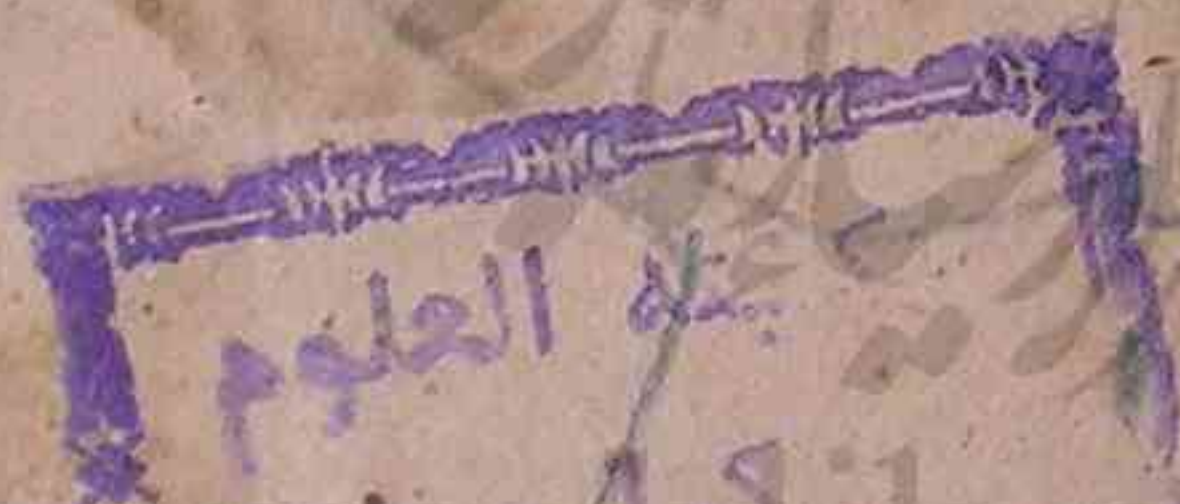
مطبوعہ آگرہ اخبار برقی پریس آگرہ

قیمت ۴ر معہ محصول ڈاک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تیسرا سالانہ مسالمہ شاہ گنج آگرہ

حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ الحمد للہ والمنۃ کہ بزم ادب شاہ گنج آگرہ کا تیسرا سالانہ مسالمہ بتاریخ ۲۵ر فروری ۱۹۴۰ء مطابق ۱۶ر محرم الحرام ۱۳۵۹ھ عزا خانہ شاہ گنج میں منعقد ہوا۔

صدارت کے لئے بمشورہ معظم ومکرم جناب پیرزادہ حاجی شیخ عزیز الدین صاحب جو اس مسالمہ کے خاص ہمدردوں میں سے ہیں عالیجناب مولوی محمد سلطان حیدر صاحب جوش (علیگ) پی۔ سی۔ ایس جو اردو علم ادب کے مشہور ادیب ہیں اور آج کل اتفاق سے آگرہ ہی میں بعہدہ ڈپٹی کلکٹری فائز ہیں تجویز ہوئے اور جناب شیخ صاحب موصوف کی سعی وکوشش سے جناب جوش صاحب نے صدارت مسالمہ قبول بھی کرلی۔

تقریباً ۲۰۰ خطوط شعراء آگرہ وبیرونجات کی خدمت میں روانہ کئے گئے اور اخبارات "انقلاب" لاہور۔ "سرفراز" لکھنؤ اور مقامی اخبارات "مسلم" اور "آگرہ اخبار" کے ذریعہ عام اطلاع طرح مسالمہ اور تاریخ اور وقت سے دی گئی۔

۲۰۰ دعوت نامہ جات برائے شرکت مسالمہ حکام ان ورؤسا آگرہ کی خدمت میں بھیجے گئے اور عوام کی اطلاع کے لئے عشرہ محرم میں ایک مرتبہ اور دوسری مرتبہ مسالمہ سے دو روز قبل بڑے بڑے پوسٹرس کل شہر آگرہ میں چسپاں کرائے گئے تھے۔

حضرات شعراء میں جو شریک مسالمہ ہوئے جناب استاد الشعراء مرزا

سجدۂ آخر ترا بنیاد وحدت اے حسینؑ
رونق اسلام و ایماں آخری تکبیر تھی

مجموعۂ سلام سنہ ۱۹۴۰ء

(بخشش امام)

جو مسالمہ منعقدہ ۲۵ فروری سنہ ۱۹۴۰ء بمقام عزاخانہ شاہ گنج آگرہ
بصدارت عالیجناب محمد سلطان حیدر صاحب جوشؔ (علیگ) پی۔سی۔ایس
مصنف ابن مسلم و نواب فرید وغیرہ وغیرہ پڑھے گئے

مُرتبہ

سید غلام علی احسن وکیل۔ سکریٹری بزم ادب شاہ گنج۔ آگرہ

مطبوعہ آگرہ اخبار برقی پریس آگرہ
قیمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پروفیسر لالجی صاحب

تیسرا سالانہ مسالمہ

محمد صاحب میونسپل کمشنر

مولوی مسعود احمد صاحب

حامداً و مصلیاً و مسلماً - الحمد للہ والمنت کہ ناصر علی صاحب ڈپٹی مجسٹریٹ - خان

بتاریخ ۲۵ فروری سنہ ۱۹۴۰ء مطابق ۱۶ رئیس رضا صاحب رئیس اسپیشل مجسٹریٹ - خان

صدارت کے لئے بمشورہ سپرنٹنڈنٹ پولس - حاجی سید حسن صاحب رئیس

جو اس مسالمہ کے خاص ... رئیس لوہامنڈی - سید علی جان صاحب

جوش (علیگ) عابد علی صاحب انجینیر ریاست گوالیار - سید لائق حسن

نائب کلکٹری آگرہ - ڈاکٹر حامد حسین خاں صاحب - حکیم محمد علی صاحب

حکیم وقار حسن صاحب - آغا سید ابو القاسم صاحب - پیرزادہ حاجی شیخ عزیز

صاحب - پیرزادہ شیخ عظیم الدین صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں -

حاضرین کا مجمع ہزار - بارہ سو سے کم نہ تھا - عزاخانہ میں جگہ بالکل باقی نہ
رہی تھی بلکہ بہت سے حضرات کھڑے ہو کر سلام سن رہے تھے -

ٹھیک سوا دس بجے مسالمہ تلاوت کلام مجید سے شروع کر دیا گیا - جناب
قاضی رحمت علی صاحب رئیس نائی کی منڈی نے تلاوت فرمائی - گو پریسیڈنٹ صاحب
اس وقت تک تشریف نہیں لائے تھے مگر اندیشہ تھا کہ سلاموں کو وقت کم ملے گا
اس لئے جناب سید افضل حسین صاحب بی - اے - انسپکٹر دفاتر سرکاری کی
صدارت میں مسالمہ شروع کر دیا گیا - جناب صدر گیارہ بجے تشریف لائے اور

بن علیہ السلام کی شہادت پر نفسیاتی نقطۂ نظر سے تقریر فرمائی۔ حاضرین
ہاشمی حسین صا تقریر کو سُنا اور پسند فرمایا۔ سامعین کی آنکھوں سے
ناب شکور احمد صاحب رعنا۔ جـ
رصاحب بھی چشم پُرآب تھے۔
مشتاق صاحب شوق چاندپوری تشریف لےگئے اور اُن کی بجائے جناب کپتان عظیم صاحب
بھی نرائن صاحب سنجاجے پوری۔ سید ہوئے۔ ڈیڑھ بجے آدھ گھنٹہ کے لئے بغرض
شوکت حسین صاحب تنبر ہیڈ مولوی لونڈلہ ٹھیک دو بجے دوبارہ شروع ہوا۔
چودھری۔ سید مصطفےٰ احسین صاحب مصطفےٰ آبادی حاضرین کی تواضع کی گئی۔
رشاد سکریٹری بزم ادب بھرتپور جناب خواجہ محمد امیر تاجدار الشعراء جناب بزم صاحب
صادق صاحب ضیا بی۔ اے۔ ایل ایل بی وکیل۔ چونکہ اُسی وقت آپ کو لکھنؤ
م ایم۔ اے۔ ایل ایل بی وکیل خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ صاحب ولی فتحپوری
جناب علامہ احسن مارہروی۔ جناب محمد محسن صاحب صدر الافاضل حسن معظم لڈ
ب شمیم صاحب پنڈراولی۔ جناب شبیر صاحب سیبارہی و جرم محمد آبادی وغیرہ
برز حضرات نے اپنے سلام بھیجے تھے اور اپنی شرکت سے معذوری ظاہر فرمائی

حضرات شرکایان مسالمہ میں جناب حاجی انعام علی صاحب عباسی۔ انجنیر
ب سید محمد زاہد صاحب۔ بی۔ اے۔ سٹی مجسٹریٹ آگرہ۔ وی۔ سی۔ شرما۔ ایم اے
ٹی کلکٹر آگرہ۔ جناب محمد حیدر صاحب ایچ۔ سی۔ ایس۔ جناب مسٹر فلپس صاحب
پال ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولس آگرہ۔ خان بہادر محمد یوسف صاحب ڈپٹی کلکٹر پنشنر
ب مرزا معظم علی بیگ صاحب۔ بی۔ اے ڈپٹی کلکٹر پنشنر و رئیس آگرہ۔ خان بہادر
سید غلام مرتضیٰ صاحب سول سرجن پنشنر۔ جناب حاجی محمد ادریس صاحب

انشاءاللہ آئندہ اس کا انتظام خاص طور پر کیا جاوے گا۔ اور کوئی موقع شکایت کا نہ ہوگا۔

اس مسالمہ میں مستحق شکریہ جناب سید مصطفےٰ حسین صاحب مصطفیٰ۔ حاجی مولوی علی محمد خاں صاحب ندا و سید افتخار حسین صاحب جو دراصل اس مسالمہ کے بانی کہے جانے کے مستحق ہیں۔ ابھی تک اُسی انہماک سے ہر سال اسکو بارونق بنانے میں ہر طرح کوشاں ہیں۔

نواب سید مہدی حسن صاحب لکھنوی مستحق شکریہ ہیں کہ جنکا ان کے دعوت کرنے اور مسالمہ کے روز استقبال مہمانان میں خاص توجہ سے دن بھر کام کیا۔

جناب حاجی پیرزادہ شیخ عزیز الدین صاحب خاص طور پر مستحق شکریہ ہیں جو ہر سال مسالمہ میں شرکت فرماتے ہیں اور اس سال خاص طور پر مسئلہ صدارت میں دلچسپی سے حصہ لیا۔

جناب مسٹر بگی صاحب سپرنٹنڈنٹ پولس آگرہ کا شکریہ بزم ادب ادا کرتی ہے کہ انھوں نے جناب ٹھاکر بینی سنگھ صاحب افسر انچارج تھانہ لوہا منڈی کو پریسیڈنٹ صاحب کی تقریر شارٹ ہینڈ میں لکھنے کی اجازت عطا فرمائی۔ جناب ٹھاکر صاحب موصوف نے تکلیف فرما کر تقریر کو لکھا اور دوسرے ہی دن صاف کرکے اس تقریر کو دیدیا۔ اراکین بزم ادب اس تکلیف کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔

انجمن مہدویہ شاہ گنج کے مسالمہ میں ہر سال کام کرتی ہے اس سال بھی بڑی انہماک اور محنت سے کام کیا۔ سید علی مقدس صاحب ایم۔ اے۔ صدر۔ سید حسین احمد صاحب سکریٹری۔ و سید واجد حسین صاحب جنرل سکریٹری و دیگر اراکین سید رضا حسین

جناب سیدین۔ سید المنذرین۔ سید علی اقدس۔ سید عطا حسنین۔ سید سماعت حسین۔
سید حبیب حسین۔ سید علم الہدیٰ۔ سید محمد حسین جعفری۔ سید مختار حسین۔ سید رفعت حسین
سید آل حیدر۔ سید لیاقت حسین نے جلسہ کے دن خاص طور پر کام کیا جس کا شکریہ
ادا کیا جاتا ہے۔

سید ابو حامد صاحب مضطر اکبر آبادی نے اس سال تمام سلاموں کو صاف کیا
اور کاپی کا مقابلہ کرایا۔ ان کا جس قدر شکریہ ادا کیا جائے کم ہے۔

آخر میں اس قدر گذارش کرنا اور ہے کہ انسان خطا و نسیان کا مرکب ہے اگر
اراکین بزم ادب یا حقیر سے کوئی فرو گذاشت ہوئی ہو تو معاف فرمادیں اور اگر کوئی امر
قابل اصلاح ہو تو اُس سے مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ اُس کے مطابق عمل کیا جائے۔

جناب منشی بشیر الدین خاں صاحب مالک شمسی مشین پریس آگرہ تمام ہمدردان
سالہ کے عموماً اور اراکین بزم ادب کے خصوصاً شکریہ کے مستحق ہیں کہ پوسٹر طبع کی
طباعت میں محض کاغذ کا خرچ لیا اور لکھائی اور چھپائی کا جناب خاں صاحب
موصوف نے کچھ نہ لیا۔ دربار حسینی سے اس کا اجر انشاء اللہ ضرور ملے گا۔

نوٹ۔ (۱) ہر شاعر اپنے کلام کا ذمہ دار ہے۔ ہماری طرف سے کوئی تغیر تبدل
نہیں کیا گیا۔ ریختی میں سلام خلیلہ صاحب کا شائع کر دیا ہے آئندہ کوئی صاحب ریختی میں سلام لکھنے کی تکلیف گوارا نہ فرمائیں۔

(۲) زیادہ سے زیادہ چودہ اشعار سلام کے اور ایک رباعی عام طور پر چھاپی
گئی ہے کیونکہ طباعت کا خرچہ بہت بڑھا جاتا تھا۔

احقر زمن سید غلام علی احسن
سکریٹری بزم ادب شاہ گنج۔ آگرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبۂ صدارت عالیجناب مولوی محمد سلطان حیدر صاحب جوشؔ علیگ

بی۔ سی۔ ایس۔ مصنف ابن مسلم و نواب فرید وغیرہ وغیرہ

حضرات! جس واقعہ جگر گداز کی یاد تازہ کرنا آج کے جلسہ کا مقصود ہے وہ
مصور حقیقی کے اُن شاہکاروں میں سے ہے جن کو مشرق و مغرب کے بیشمار رقم
عرصہ دراز سے جانچتے اور سراہتے آئے ہیں ایسے موضوع پر اظہار خیال تحصیل حاصل
ہو، مگر تضیع اوقات نہیں۔ تضیع اوقات اس لئے نہیں کہ جب ایک مصور فانی
کے شاہکار میں بھی متعدد پہلو پائے جاتے ہیں۔ تو مصور غیر فانی کے شاہکار کا تو
کہنا ہی کیا۔ اُس کے نظر گیر رُخ لاتعداد۔ اُس کے ہمہ گیر معنی لاانتہا! تیرہ سو برس
کیا تیرہ ہزار برس بھی اُس کے تمام پہلوؤں کو دیکھنے اور کُل نکات کو سمجھنے کے
لئے کافی نہیں ہو سکتے۔ محض ایک پہلو کا مطالعہ نظر نظارہ شناس اور دماغ نکتہ رس
کا طالب ہے۔ اس اعتبار سے مجھے اپنی نااہلیت اور کوتاہ علمی کا پورا احساس
نہیں اقبال ہے۔ میری خامیٔ بیان کا الزام آپ کے سکریٹری غلام علی صاحب
اور پیرزادہ عزیز الدین صاحب بحصہ مساوی یا بہ لحاظ تناسب آپس میں تقسیم کر
اِن بزرگواروں نے یہ بھی نہ سوچا کہ معصوم شہادت کا بیان اور سیاہ کار معصیت
کی زبان۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا۔

برادرانِ ملت۔ آپ معاف فرمائیں اگر میں فرقانِ مجید کو داستانِ

بے تشبیہ دینے کی جسارت کروں۔ مجھے اکثر مقامات پر حبیب و محبوب کے طالب و مطلوب کے ایسے ایسے بیچین کر دینے والے رمز و کنائے نظر آتے ہیں کہ باید و شاید۔ رموز کے تحت میں وہ رازہائے سربستہ ہیں جو آج تک راز ہی رہے ہے۔ ان کی مثال کے لئے کلام پاک کے حروف مقطعات بیّن شہادت ہیں۔

رہے کنائے، وہ قابلِ فہم اشارات سمجھے جا سکتے ہیں۔ جس طرح ساون کے اندھے کو ہر طرف ہرا ہی ہرا نظر آتا ہے۔ اسی طرح دیوانہ محبت کو ارشاد باری تعالیٰ بھی داستان محبّت معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً سورہ والضحیٰ کو لیجئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ باری تعالیٰ کس کس انداز لطیف کے ساتھ اپنے محبوب کے تردّدِ خاطر کو رفع فرمانا چاہتے ہیں۔ یہاں پہلے غور کیجئے کہ دُنیاوی عاشق و معشوق کے درمیان اگر کوئی غلط فہمی ہو جائے تو کیا ہوگا۔ آپ سب سے پہلے اپنے محبوب کو یہ یقین دلانا چاہیں گے کہ جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں وہ بلا کم و کاست صحیح ہے۔ پھر غلط فہمی رفع کرنے کے لئے یہ ظاہر کریں گے کہ آپ کے دل میں نہ کوئی وہم و گمان ہے اور نہ آپ کی محبت میں کوئی کمی ہے۔ اس پر بھی آپ کی کوشش کارگر نہ ہوئی تو آپ یہ بتانا چاہیں گے کہ آپ کا معشوق آپ کو کس درجہ عزیز ہے اور اُس کی وقعت آپ کی نگاہ میں کس قدر زیادہ ہے۔ اور سب کے بعد میں آپ مجبوراً اس حد پر پہنچیں گے کہ معشوق کی وجہِ ملال و تردد کے دور کرنے کا اقرار کریں۔ اب ان نفسی مدارج جذبات کو سورہ شریف سے مقابلہ کیجئے۔ باری تعالیٰ سب سے پہلے وَالضُّحٰی وَاللَّیْلِ کی وقیع قسموں کے ساتھ اہمیت کلام پیدا کرتا ہے پھر مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی سے اپنے محبوب کو یقین دلاتا ہے کہ پروردگار عالم نے نہ تو

اپنے محبوب کو فراموش کیا۔ اور نہ اُن کو کسی طرح چھوڑا اس کے ساتھ ہی وَلَلْآخِرَۃُ
خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلیٰ سے مزید اطمینان دلاتا ہے اور محبوب کی خاطر منعطف کرو...
طرف رجوع کرنے کا رنگ اختیار کرتا ہے مگر بالآخر صاف صاف حتمی وعدہ
فرماتا ہے۔ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضیٰ (اور عنقریب تیرا رب اس قدر
دیگا کہ تو راضی ہو جائے گا) اس لطیف پیرائے کلام کے علاوہ غور فرمائیے کہ
آخر وہ کیا بات ہو سکتی ہے جس کے لئے خاطر محبوب دوسرا متردد ہوئی ہو۔ ...
ایک طبیعت کا ملال و تردد سمجھنے کے لئے مجبور ہیں کہ اس طبیعت کا تقاضا و میلان
نظر انداز نہ کریں۔ سرور کائنات کی ذات بابرکات مجموعہ مکمل تھی اُن تمام صفات
حمیدہ و فضائل برگزیدہ کی جو آپ کے پیشروانبیا علیہم السلام کو ایک خاص حد
تک عطا ہوئی تھیں۔ ایسی ذات مکمل کی تشویش کسی عارضی و فانی مقصد کے لئے
ہو نہیں سکتی۔ رہا آخرت کا سوال وہ لَلْآخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلیٰ سے خارج
از بحث ہو جاتا ہے۔ نظر آتا ہے کہ ہر وعدہ سے مرتبہ آخرت کو تعلق نہ تھا۔ اب اگر
آخرت سے قطع نظر کیجئے تو عالم اسباب میں زر و زمین و زن تمام خواہشات
کا مرکز ہیں۔ انھیں پر تمام دنیاوی مراتب و تمناؤں کا دار و مدار ہے۔ اور انھیں
کے دم قدم سے عالم کون و فساد میں کشت و خون کا نا متناہی سلسلہ جاری ہے۔ مگر
رسول اکرم کی حیات سبق آموز مہد سے لحد تک شاہد ہے کہ اس تثلیث فساد کو
مُبلغ وحدانیت سے ہمیشہ بُعد المشرقین ہی رہا۔ اب رسول اکرم کی وجہ تردد کا
پتہ لگانا اور زیادہ مشکل ہو جاتا ہے۔ یہاں اپنے دعوے کو کسی قدر واضح کردینے
کے لئے آپ کی توجہ فتح مکہ کی طرف مبذول کرتا ہوں اس فتح عظیم الشان کے

موقع پر جس کی پیشینگوئی اِنَّا فَتَحْنَا سے کی جا چکی تھی جب اہلِ مکہ کے سربرآوردہ اشخاص رسولِ اکرمؐ کو سلطنت و مال و دولت اور قدر و منزلت کی بھول بھلیاں پیش کرنا چاہتے تھے تو آپ نے ڈنکے کی چوٹ فرما دیا کہ اگر آپ کے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے پر چاند رکھ دیا جائے۔ تو بھی آپ اعلانِ کلمۂ حق سے باز نہیں رہ سکتے۔ ایک لمحہ ٹھہریئے اور اس چاند و سورج کے الفاظ کو والضحیٰ اور واللیل سے مقابلہ کیجیے۔ غور کیجیے کہ ضحیٰ کو سورج سے اور لیل کو چاند سے کیسی بُنیادی نسبت ہے اور رسولِ اکرمؐ کا کلام باری تعالیٰ کے ارشاد سے کیسی مماثلت اور مطابقت رکھتا ہے۔

اس جملہ معترضہ کے بعد صاف ہو جاتا ہے کہ باری تعالیٰ کے موعودہ عطیہ کو فتحِ مکہ جیسے مقاصد سے تعلق نہ تھا۔ پھر آخر رسولِ اکرمؐ کی خاطرِ مبارک کس وجہ سے متردّد ہوئی تھی؟ سورۂ شریف کا نزول جیسا کہ والضحیٰ کی رعایت سے بھی معلوم ہوتا ہے اُس وقت ہوا تھا جب کہ اسلام کا آفتاب ہنوز طلوع ہی ہو چکا تھا مگر خطِ نصف النہار سے دُور تھا ایسے زمانہ اور ماحول اور جدوجہد میں ذاتِ اقدس کو کیا تردد ہوا ہوگا؟ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رسولِ اکرمؐ کو شاید یہ خیال پیدا ہوا ہو کہ بعض انبیاء کو امتحانِ قربانی سے جانچا گیا مگر آپ کی ذاتِ اقدس کو اس سے کیوں محفوظ کیا گیا۔ کیا آپ امتحان جانبازی سے ہنچکچا جاتے؟ کیا آپ نے اعلانِ کلمۂ حق میں جان و مال کو کبھی بھی کوئی وُقعت دی؟ اس قسم کے وسواس ممکن ہے کہ واقع ہوئے ہوں اور اُن کے رفع کرنے کے لئے سورۂ والضحیٰ نازل ہوئی ہو اگر رائے زنی قابلِ غور معلوم ہو تو پس یہ عرض کرتا ہوں کہ سورۂ شریف کے تمام رمز و کنایہ واضح ہو جانے کے علاوہ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ کا وعدہ بھی قابلِ فہم ہو جاتا ہے۔

گویا باری تعالیٰ رسولِ اکرم کو پیرایۂ لطیف میں سمجھاتا ہے کہ آپ کی ذات محبوب اور مرتبہ
کے لحاظ سے خدائے پاک نے آپ کو بہ مصلحت امتحان جانبازی سے محفوظ رکھا
تاہم وعدہ کیا کہ یہ مرتبہ بھی اس درجہ عطا کیا جائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ اب
سوچئے کہ اس وعدہ کو کس طرح پورا کیا گیا۔ اور محبوب کو کس طرح راضی کیا گیا، عیاں
نظر آجائے گا کہ وہ عطیۂ بے بہا فاطمہؑ کے دو جگر پارے تھے جن کے ذریعہ سے
مختلف اقسام کی شہادت کا مرتبہ بھی محبوب کو عطا کر دیا گیا۔ یہاں پر جی چاہتا ہے کہ
قربانی کے متعلق کسی قدر وضاحت کے ساتھ آپ کی سمع خراشی کروں ؎

حدیثِ دلکش وافسانہ از افسانہ می خیزد
دگر از سر گرفتم قصہ زلفِ پریشاں را

تاریخ عالم کے اوراق بتلاتے ہیں کہ انسان نے بعض جذبات کے تحت میں جان و
مال کو بھی عزیز نہیں کیا۔ ممکن ہے کہ مال کی محبت قارون جیسی ہستیوں کے لئے جان
کی حفاظت سے زیادہ ہو۔ مگر عموماً انسان کو جان ہمیشہ مال سے زیادہ عزیز رہی ہے
اس جان کی قربانی کے واقعات بھی دو اقسام کے نظر آتے ہیں۔ مثلاً رسم ”میر باہ“
کے تحت میں زمانہ تاریک میں ایک زندہ انسان دیوتاؤں کے بھینٹ چڑھا دیا جا
تھا یا رسم ستی کی بدولت ایک ہنستی بولتی عورت کو شوہر کی چتا پر آگ میں جھونک دیا
جاتا تھا۔ ایسی قربانیاں عموماً جانبازی کی بجائے وحشیانہ سفاکی سمجھی گئی ہیں۔ میرا
موضوع اس قسم کی تضیع جان سے تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ اُس قسم سے تعلق رکھتا
ہے جس میں انسان کو خود اپنی جان قربان کرنی پڑی ہو۔ سرسری نظر سے یہ ایثار
ہر حالت اور کیفیت میں یکساں معلوم ہوتا ہو لیکن جائز موشگافی اس غلط فہمی کو بالکل
رفع کر دیتی ہے۔ ہر جاں باز کشتہ خنجر صبر و تسلیم ہو۔ مگر نہ ہر ایک کی آزمائش

ایک درجہ کی۔ اور نہ ہر ایک کا مرتبہ یکساں! مدارج آزمائش سمجھنے کے لئے لازمی ہے کہ جانبازی کا مختلف اعتبارات سے موازنہ کیا جائے۔ اس میں شک نہیں کہ صبر یا ثابت قدمی ہر صورت میں جان نثاری کا جزو لاینفک ہے۔ لیکن صبر عموماً وہ کیفیت ثابت قدمی ہے جو مجبوری کے عالم میں پیدا ہو سکتی ہے مگر مجبوری پیدا کرنے والے اسباب کو صابر کی مرضی و اختیار سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ مثلاً ایک عزیز ہستی دفعتاً مر جائے تو اس موت سے پیدا ہونے والی مجبوری کو پس ماندگان کے اختیار سے کوئی واسطہ نہ ہوگا۔ گویا ایسے حادثات میں ثابت قدم رہنا صرف شان صبر ہے مگر اس کو مرتبہ رضا سے تعلق نہیں۔ البتہ ایسا حادثہ اگر حق کوشی کا نتیجہ ہو تو صبر کے ساتھ پامردی بھی شامل ہو جاوے گی۔ لیکن پھر بھی حادثہ حادثہ ہی رہیگا۔ اور صابر کی مرضی اور اختیار کو اُس سے تعلق نہ ہوگا۔ اس کے تحت میں حضرت زکریا علیہ السلام کا آرہ سے چیر دیا جانا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صلیب پر چڑھا دیا جانا۔ حضرت خلیل اللہ کا آگ میں ڈالدیا جانا مثالاً بیان کیئے جا سکتے ہیں۔ یہ اونچے درجہ کی آزمایش صبر ہو گران تمام حادثات کو انبیاء موصوف کے اختیار سے کوئی تعلق نہ تھا۔ میں اس قسم کی قربانی کو بغرض امتیاز جبری قربانی کہوں گا۔ لیکن اس سے بھی ارفع و اعلیٰ ایثار قرار پائیگا جس میں صابر نے دیوانہ وار جانبازی کی خود کوشش کی ہو۔ اس سلسلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک واقعہ قابل بیان ہے۔

روایت ہے کہ ایک مالدار یہودی تمنائے وراثت میں بیچین تھا مگر اُس کے کوئی اولاد نہ ہوتی تھی۔ وہ اور اُس کی بیوی ایک روز حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خدائے تعالیٰ سے اولاد کی دعا کرنے کی خواہش

ظاہر کی۔ حضرت موسیٰ نے وعدہ دعا کیا اور جب تجلی طور کا موقع ملا تو باری تعالیٰ سے اُس یہودی کی اولاد کے لئے درخواست کی۔ مگر کورا جواب ملا کہ اُس یہودی کی قسمت میں کوئی اولاد نہیں رکھی گئی اس لئے اُس کو کوئی اولاد عطا نہیں ہو سکتی۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ کورا جواب یہودی اور اُس کی بیوی کو سُنا دیا تو اُن دونوں کے دل ٹوٹ گئے۔ اُسی حالت میں مغموم و مایوس واپس ہو رہے تھے کہ راستہ میں ایک سودائی جنگل میں لکڑیاں چنتا نظر آیا۔ اُس نے یہودی اور اُس کی بیوی کو آواز دی کہ ادھر آؤ کہاں جاتے ہو۔ یہ دونوں ٹھٹکے اور اُس سودائی سے بولے کہ مایوسوں کو کیوں چھیڑتے ہو۔ سودائی نے وجہ مایوسی دریافت کی اور یہودی نے سارا واقعہ اور باری تعالیٰ کا کورا جواب سب کچھ دُہرا دیا۔ سودائی نے مسکراتے ہوئے کہا "بس اسی بات پر مرے جاتے ہو۔ موسیٰ کے خدا کو اختیار نہ ہو مگر میرے خدا کو ہے۔ جاؤ میرے خدا نے تم کو اولاد دیدی"۔ یہودی اور اُس کی بیوی اس اعلان کو واہی سمجھتے ہوں، مگر واقعہ یہ ہے کہ اُسی رات کو یہودی کی بیوی حاملہ ہو گئی اور نو مہینہ کے بعد ایک بچہ ہوا۔ ایک ہی نہیں اُس کے سال بھر بعد دوسرا اور ایک سال کے بعد تیسرا اور ہوا اور سب بچے زندہ رہے۔ اس کے بعد ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ یہودی کی بیوی ایک شیر خوار کو گود میں لیے، دوسرے بچہ کی اُنگلی پکڑے تیسرے کو آگے رکھے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے دریافت کیا کہ یہ کس کے بچے ہیں اور اُس عورت نے جواب دیا کہ ہمارے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام چونک پڑے کہ یہ کیا۔ اس کے بعد جب پھر موقعہ تجلی حاصل ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے باری تعالیٰ سے دریافت کیا کہ اُس یہودی کو اولاد کس

(ر)ح عطا کی گئی۔ حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست قطعی رد کر دی گئی تھی۔
(ا)رشاد ہوا کہ موسیٰؑ اِس وقت ہم کو ایک زندہ انسان کے سیر بھر گوشت کی ضرورت
ہے پہلے تم اِس کو مہیا کر دو پھر اُس کے بعد تمہارے سوال کا جواب دیا جائے گا۔
(ح)ضرت موسیٰؑ طور سے واپسی پر تعمیل ارشاد میں کوشاں ہوئے۔ مگر آپ نے جس
(ک)سی معتقد۔ مرید۔ یا پیرو سے گوشت طلب کیا تو اُس نے ہنس کر ٹال دیا کہ بھلا
(خ)دا میاں کو اور انسان کے گوشت کی حاجت۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ
کے دماغ میں خلل آگیا۔ بہر حال ایک متنفس بھی سیر بھر تو درکنار ایک بوٹی بھی
(ا)پنے جسم کی دینے پر راضی نہ ہوا۔ یہاں تک کہ میعاد ختم پر آگئی اور تجلی کا زمانہ
(ق)ریب آگیا بالآخر اسی فکر و تردد میں مبتلا حضرت موسیٰ مارے مارے پھر رہے تھے
(ج)نگل میں اُسی سودائی سے دوچار ہو گئے۔ اُس سودائی نے باآواز بلند یا موسیٰ
(ا)لسلام علیک کہا۔ اور حضرت موسیٰؑ نے باآواز مغموم جواب سلام دیا۔ سودائی نے
(پوچھ)ا کہ حضرت پریشان و متردد کیوں ہیں۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی فرمائش اور اپنی
(ن)اکامی بیان فرمائی۔ یہ سنتے ہی سودائی اُچھل ہی تو پڑا اُس نے لپک کر حضرت
(موس)یٰؑ کو روکا اور کہا کہ جاتے کہاں ہو جس قدر گوشت کی ضرورت ہو میں دینے کو
(تی)ار ہوں۔ آپ بیٹھ گئے اور سودائی نے پوچھا کہ حضرت جسم کے کس حصہ کا گوشت
(چا)ہئے۔ آپ نے فرمایا کہ بھائی اس قدر پوچھنا تو رہ گیا آج تجلی کا موقع ہے اور
(د)ریافت کروں گا کہ کس حصہ جسم کا گوشت چاہیے۔ سودائی نے بیچین ہو کر حضرت
(موس)یٰؑ کو روکا اور کہا کہ آپ کیا فرماتے ہیں اگر آپ یہ دریافت کرنے گئے اور اللہ
(میا)ں نے کہدیا کہ اب ضرورت نہیں تو سارا بنا بنایا کھیل بگڑ گیا۔ بھلا یہ تو سوچئے

کہ وہ کوئی چیز مانگیں اور ایسا موقع عمر بھر میں ایک دفعہ بھی نصیب ہو جائے۔ ہماری
تمام عمر اُن سے مانگتے ہی مانگتے گزر گئی اور اب اتفاق سے ایک موقع ملا ہے کہ
وہ ہم سے مانگتے ہیں بھلا اس کو میں ہاتھ سے جانے دوں گا بہتر یہ ہے کہ ہر
حصہ جسم کا سیر سیر بھر گوشت لیجائیے جو اُن کے پسند آئے گا لے لیں گے۔ یہ کہتے
ہوئے اُس سودائی نے تمام جسم کی بوٹیاں چُھری سے کاٹ کاٹ کر موسیٰؑ کے
خوان میں دھر دیں۔ حضرت موسیٰؑ جب اُس گوشت کو لیکر بارگاہ ربانی میں حاضر
ہوئے تو ارشاد ہوا کہ موسیٰؑ اِسی دیوانے کے کہنے سے اُس یہودی کو اولاد دی
کیا تمھارے اپنے جسم نہیں تھا جو تم دوسروں سے گوشت مانگتے تھے۔ حضرت
موسیٰؑ لاجواب ہی تو ہو گئے۔ قصہ مختصر اس قسم کی جان نثاری کو اختیاری قربانی
جا سکتا ہے۔ یعنی اس میں آزمایش کئے جانے والے کو موقع اختیار حاصل
اس اختیاری قربانی کی بھی دو قسمیں نظر آتی ہیں۔ ایک یہ کہ دیوانہ رضا سے اپنی
اپنی جان طلب کی جائے اور دوسری یہ کہ اُس کی محبوب ترین ہستی کی قربانی
جائے بظاہر ان دونوں اقسام میں ایک کو سخت ترین آزمایش قرار دینا آسان
آتا ہو مگر دراصل اِن میں ایک کو دوسرے پر ترجیح دقت طلب ہے۔ ظاہر ہے
انسان کو اپنے علاوہ اپنے معشوق یا اپنی اولاد کی جان سب سے زیادہ عزیز
ہے مگر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ہر انسان اپنی اولاد کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتا
واقعات عالم پر غور کیا جائے تو دونوں اقسام نظر آتی ہیں مثلاً ہزاروں
ایسے بتائے جا سکتے ہیں جو دوسری عورت کے پھندے میں پھنس جانے پر
پہلی عورت کی اولاد کو اپنی جان سے زیادہ تو کجا اُس کے برابر بھی نہیں سمجھتے

ے آرام و آسایش کے مقابلہ میں اُس پہلی اولاد کی پرواہ بھی نہیں کرتے ایسے باپ
ے اگر اُس کی پہلی اولاد کی قربانی طلب کی جائے تو ظاہر ہے کہ آزمایش اس کے
ے سخت ترین ہرگز نہیں ہوگی۔ مگر تاریخ عالم دوسرے قسم کے بزرگواروں سے
بھی خالی نہیں۔ مثلاً بابر کا واقعہ پیش کیا جاسکتا ہے۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ جب ہمایوں
مرض شدید میں مبتلا ہوا اور اُس کی جان کے لالے پڑ گئے تو بابر نے بعد ادائے نماز
اللہ تعالیٰ سے سچے دل کے ساتھ دعا کی کہ اگر ہمایوں کی عمر ختم ہو چکی ہے تو بابر کی بقیہ
عمر اُسے دیدی جائے اور بابر کو اُس کی جگہ اُٹھا لیا جائے۔ تقدیر کا حال تو خدا ہی کو
معلوم ہے مگر ہوا یہ کہ اُسی روز سے ہمایوں اچھا ہوتا گیا اور بابر بیمار ہوتے گئے اور
بالآخر ہمایوں کو شفا ہوگئی اور بابر کا انتقال ہوگیا۔ اس واقعہ سے بابر اُن اشخاص کی
فہرست میں داخل ہوگیا جن کو اپنی جان اولاد سے زیادہ عزیز نہیں۔ بہرحال تاریخ
عالم کی بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ بعض اشخاص کو اپنی جان اولاد سے زیادہ عزیز ہوتی
ہے اور بعض کو نہیں ہوتی۔ اب اگر ایسے باپ سے اولاد کی جان طلب کی جائے
جو اپنی جان کو عزیز رکھتا ہو تو یہ آزمایش اُس کے لئے سخت ترین نہیں سمجھی جاسکتی فقیر
حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو دونوں قسم کی آزمایشوں سے سابقہ پڑا۔ مگر ظاہر ہے کہ
آگ میں ڈالدئے جانے کو آپ کے اختیار و مرضی سے تعلق نہ تھا۔ قربانی کی
آزمایش کا تجزیہ کرلینے کے بعد واقعہ کربلا پر نظر ڈالئے۔ سید الشہدا کی قربانی اس
قدر ارفع اور اعلیٰ نظر آتی ہے کہ اُس کی خوبیاں حدود بیان میں سما نہیں سکتیں۔ ہر
پہلو سے دیکھیے کہ اختیاری قربانی کا کوئی دوسرا نمونہ جو اسی پلہ کا ہو دنیا آج تک
پیش کرسکی ؟

غور کیجیے کہ حضرت امام حسینؑ کے ساتھ یہ واقعہ کیوں پیش آیا ظاہر ہے کہ
آپ نے نہ لشکر کشی کا ارادہ کیا اور نہ اپنے برادر بزرگ کی فریب آمیز شہادت کا انتقام
لینا چاہا - کوئی مستند تاریخ یہ نہیں بتاتی کہ آپ اس قسم کے انتقام یا ہوس سے متعلق
ہوئے ہوں - سارا قضیہ بیعت سے تعلق رکھتا ہے - اب ٹھنڈے دل کے ساتھ غور
کیجیے کہ بیعت کا مستحق اور بیعت کے لیے موزوں کون تھا - آپ یا یزید؟ عادات و
اطوار - افعال و خصائل - ذکاوت و ذہانت - وجاہت و صورت - ہر لحاظ سے
یزید کو آپ سے کوئی نسبت نہ تھی - حق کوشی - فقر اور علم روحانی کا تو یزید میں فقدان
تھا - حقیقت یہ ہے کہ دونوں کی زندگی میں ظلمت و نور کا فرق اور سیاہ و سفید کی ضد
نظر آتی ہے ایک ذات اوصاف سے معمور اور دوسری سیاہ کاریوں میں چور -
میں نہیں سمجھ سکتا کہ یزید کسی اعتبار سے بھی بیعت کے لیے موزوں سمجھا جا سکتا ہو -
پھر حضرت امام حسینؑ نے موقعہ کربلا پر بھی بیعت کے لحاظ سے خود پیش قدمی نہیں کی
اہل کوفہ نے آپ کو باصرار بلایا - تاریخ عرب شاہد ہے کہ آپ کے برادر بزرگ حضرت
امام حسنؑ نے جب معاویہ سے مقابلہ کا ارادہ کیا تھا تو عرب کی ایک کثیر تعداد آپ کے
ساتھ جان دینے کو تیار تھی - اسی طرح اگر حضرت امام حسینؑ بھی بیعت کے لیے لشکر کشی
کرنا چاہتے تو یقیناً آپ کے ہمراہی ستر بہتر نفوس تک محدود نہ ہوتے - لیکن حقیقت
ہے کہ آپ محض تکمیل بیعت کے لیے بلائے گئے اور نہایت فریب و مکر کے ساتھ
راستہ ہی میں نینوا کے میدان کے قریب (جو اب میدان کربلا کہا جاتا ہے) گھیر لیے
گئے - یہاں بھی آپ کے سامنے دو صورتیں تھیں - بیعت یا لڑائی - مٹھی بھر ہمراہیوں
کی طاقت کے لحاظ سے لڑائی کے معنی محض موت تھی جس کو حضرت امام حسینؑ نے

اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا۔ اب اگر آپ یزید کے ہاتھ پہ فوراً بیعت نہ بھی کرتے تو اپنا میلان
آمادگی ظاہر کر دینے پر سلسلۂ نامہ و پیام شروع کر سکتے تھے اور اس طرح موت کو
بآسانی ٹال سکتے تھے۔ ایسا کرنا آپ کی شان کے خلاف بھی نہ ہوتا کیونکہ آپ کے برادر
بزرگ حضرت امام حسنؑ بہ مصلحت اس قسم کی خوں ریزی کو اپنے زمانہ میں بچا چکے تھے۔
اور معاویہ کے حق میں دعوئ بیعت سے دستبردار ہو چکے تھے۔ اس امکان کے باوجود
بھی آپ نے کیا کیا؟ آپ نے حق کوشی اور جانبازی میں بالکل اختیاری طور پر وہ
کیا جو دنیا آج تک نہ کر سکی! اپنی ہی بیش بہا جان نہیں بلکہ اپنے تمام پیاروں کی جانوں
کو قربان کرا دیا اور اُف نہیں کی!!

کربلا کے چٹیل میدان میں۔ نمونہ دوزخ بن جانے والے ریگستان میں۔ کئی
روز تک بھوکے اور پیاسے رہنے کے بعد، ایک ایک عزیز و قریب کو قربان کرا دینے
کے بعد اس سرتاج شہادت نے قربانی کی تکمیل کر دی! خدا کے لئے غور کیجئے یہ
ذات کیسی چیز تھی؟ یہ ایسی نازپروردہ رسالت ہستی تھی جس کو خاتم النبیین کی پشت مبارک
پر شتر سوار بننے کا فخر حاصل ہو چکا تھا۔ جس کو رسول اکرمؐ کے گیسوئے مبارک مہار شتر
کے بجائے پکڑنے کا شرف تھا جس کے لبہائے نازک کو رحمۃ للعالمین کی لب بوسی
ہی نہیں بلکہ زبان بوسی میسر آ چکی تھی: ایسی ذات تھی جس کو بھوک اور پیاس کی شدت
سے نڈھال اور زخموں سے چور ہو کر راہ خدا میں قربان کر دینا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت
امام حسینؑ علی اکبر کے قربان ہو جانے کے بعد شیر خوار علی اصغر کو آغوش میں لئے
خیمہ سے باہر اس لئے برآمد ہوئے کہ شاید اشقیا کو اس ننھی سی جان پر رحم آ جائے۔
میں اس روایت کو محض غلط رائے زنی سمجھتا ہوں۔ ظاہر ہے کہ اگر حضرت امام

حسینؑ کو اشقیا کو رحم دلانا اور اپنی اور بچوں کی جان بچانا منظور ہوتا تو آپ اس قربانی کو باسانی بچا سکتے تھے۔ مگر آپ نے ایسا نہیں کیا۔ آپ نے باوجود بیّن انجام کے با اختیار خود قربانی کو پسند کیا۔ پھر یہ ممکن نہ تھا کہ آپ علی اصغر کی بدولت کسی رحم کے متلاشی ہوتے۔ مجھے تو یہ نظر آتا ہے کہ آپ تمام اعزا اور بڑے بچے کو قربان کر دینے کے بعد معصوم شیرخوار کو اپنی گود میں لیکر باری تعالیٰ کے وسیع آسمان کے تلے اس لیے نکل آئے کہ یہ دکھا دیں کہ اپنے جگر پارے کو اپنی ہی گود میں راہ حق میں کس طرح قربان کیا جاتا ہے! حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ سے دونوں قسم کی آزمائشیں لی گئیں۔ مگر بالآخر دونوں قسم کی قربانیوں سے آپ کی ذات کو محفوظ رکھا گیا یعنی نہ آپ کو آگ میں جل جانے دیا گیا اور نہ حضرت اسمٰعیلؑ کو قربان ہونے دیا گیا دونوں صورتوں میں حضرت خلیل اللہ کی نیت وارادہ پر آزمائش کی تکمیل ہوگئی۔ مگر حضرت امام حسینؑ کے معاملہ میں دونوں قسم کی قربانیاں فی التحقیقت تکمیل تک پہنچا دی گئیں۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

کہنا پڑتا ہے کہ اعلان توحید کی تکمیل جس طرح رسول اکرمؐ کی ذات بابرکات سے ہوئی، اسی طرح راہ حق میں قربانی کی تکمیل حضرت امام حسینؑ نے کر دی۔ جس طرح خاتم النبیین کے اعلان کے بعد اپنے ہی نہیں، پرائے بھی طرح طرح کی تاویلات کے ساتھ خدا کو ایک ماننے لگے۔ اسی طرح سید الشہدا کی تکمیل قربانی کے بعد تمام دنیا اس جان نثاری۔ حق کوشی اور انتہائے ایثار سے گونج اٹھی۔ جیح تو یہ ہے کہ سید الشہدا نے الحسین منی وانا من الحسین۔ کی حدیث مبارک کو دائمی

تکمیل دین کی داستان مصحف پاک میں آلمر کے پارہ ۲۳ سے شروع ہوتی ہے اور تکمیل شہادت کا افسانہ الم پر ختم ہوتا ہے۔ پھر تعجب کیا ہے کہ اسلامی سال بھی ہمیشہ جب تک حق پرستی جاری ہے اور جب تک اس لیل و نہار میں محمدؐ اور آل محمدؑ کا ایک بھی نام لیوا زندہ ہے۔ الم ہی سے شروع ہوتا رہے۔

تمنا یہ ہے کہ جب دربار رسالت میں رسائی ہو جائے اور سرتاج شہادتؑ سے دریافت فرمائیں کہ تو نے یہ کیا ہم کو اس کی ہے تو میں کہدوں کہ۔

زچشم آستیں بردار و گوہر را تماشا کن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مصرعہ طرح

بے کفن سبطِ نبی تھے بے ردا ہمشیر تھی

مسالمہ منعقدہ

۱۶ر محرم الحرام سنہ ۱۳۵۹ھ — ۲۵ر فروری سنہ ۱۹۴۰ء عزاخانہ شاہ گنج آگرہ

احسنؔ - جناب سید علیؑ احسن صاحب مارہروی ضلع ایٹہ

اور کس سے ملتی جلتی صورتِ شبیرؑ تھی
سرورِ ہر دو سرا کی دوسری تصویر تھی

حق بجانب سبطِ پیغمبر کی ہر تقریر تھی
سر بسر گویا کلام اللہ کی تفسیر تھی

تھا فدینٰہُ بذبحٍ کا جو منشائے عظیم
ذاتِ والائے حسینؑ اُس خواب کی تعبیر تھی

دل کے اندھوں کو نہ سوجھا ورنہ شرق و غرب میں
ہر طرف ماہِ عرب کی ضوفشاں تنویر تھی

جو فقیر اُس در کے تھے کیونکر نہ رہتے وہ غنی
خاکِ پائے بوترابؑ ان کے لیے اکسیر تھی

کی غلاموں کی خطا پوشی عطا پاشی کے ساتھ
یہ عنایت، یہ تحمل - یہ عادتِ شبیرؑ تھی

بالیقیں قلب و لبِ شبیرؑ سے نکلی ہوئی
ہر دعا ما ثور تھی ہر بات پر تاثیر تھی

دشمنانِ شاہ کے ہر قول میں ہر فعل میں
مکر تھا، مکاریاں تھیں، زور تھا، تزویر تھی

زن و حلق و سینۂ سبطِ نبی تھا اِس طرف
اُس طرف گرز و تبر تھے تیر تھا شمشیر تھی

جملہ دعوت نامے کوفے کے عداوت نامے تھے
مفسدوں کی مفسدہ پرداز ہر تحریر تھی

نعرۂ حق سن کے قلبِ اہلِ باطل ہل گئے
کس قدر اللہ اکبر ہیبتِ تکبیر تھی

کربلا میں بے بسی کا تھا یہ عالم ہائے ہائے
بھائی کا دم ٹوٹتا تھا دم بخود ہمشیر تھی

خاک میں اکبرؑ سے گلرو کی جوانی مل گئی
کس قیامت کی یہ گردش تیری چرخِ پیر تھی

رحمتِ آلِ محمدؐ کی بدولت حشر میں
کی معاف اللہ نے احسنؔ کی جو تقصیر تھی

احسنؔ جناب سید غلام علیؑ صاحب وکیل سکریٹری بزمِ ادب شاہ گنج آگرہ

رباعی

معلول سے علت کا پتہ ملتا ہے
ہر شخص کو محنت کا صلہ ملتا ہے
قیمت ہے جناں کی یہاں کا ہر قطرۂ اشک
اِس بزم میں آنے سے خدا ملتا ہے

سلام

کیا ہی اسلام میں مہمان کی توقیر تھی
آب و دانے کے عوض اُن پر کھنچی شمشیر تھی

...اصغر دیدنی شبیرؑ کی تصویر تھی
رخ سوئے حق ہاتھوں پر اک میتِ بے شیر تھی

آئے تھے جب حضرتِ حُر بہرِ عفوِ معصیت
ہاتھ بھی دونوں بندھے اور شرم دامنگیر تھی

لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار
کیا جری تھا وہ جواں اور کیسی وہ شمشیر تھی!

اور موسیٰؑ ہوئے غش دیکھ کر جس نور کو
کوہِ فاراں سے جو چمکی وہ یہی تنویر تھی

...کعبہ بنا کعبہ علیؑ کی ذات سے
مسکنِ لات و ہبل تھا کفر کی جاگیر تھی

...باتیں شبِ معراج احمدؐ سے ہوئیں
ہو بہو سب حیدرِ کرار کی تقریر تھی

کی ہے نقاشی حسینؑ ابنِ علیؑ نے خون سے / ورنہ بگڑی بے طرح اسلام کی تصویر تھی

فائدہ کیا کس لیے شبیرؑ پڑھتے ہو نماز / بات بھی ہر اک لعین کی منہ سے شل تیر تھی

عید کے دن حق نے بھیجا حلۂ باغِ جناں ق / اور نبیؐ مرکب بنے بچپن میں یہ توقیر تھی

بچہ اپنا لائی ہرنی تا انہوں حضرت ملول / اور موتی دو ہوا یہ خاطرِ شبیر تھی

قدردانی کربلا میں اس طرح امت نے کی / بوسہ گاہِ مصطفےٰؐ پر شمر کی شمشیر تھی

ہو مرا مدفن مدینہ یا زمینِ کربلا / حضرتِ احسن بھلا ایسی کہاں تقدیر تھی

اخضر۔ جناب مولوی خادم علیؑ خاں صاحب اکبر آبادی رئیس آگرہ

رباعی

تنویر ہوئی شمس و قمر میں پیدا / تنظیم ہوئی شام و سحر میں پیدا

منظور تھا امرِ حق کو ظاہر کرنا / مامور ہوا خدا اسکے گھر میں پیدا

دیگر

ہے شانِ علیؑ کی بحر و بر میں پیدا / کیونکر نہ ہو قلب دیدہ ور میں پیدا

حجت نہیں اسمیں کچھ ہے رب کعبہ / وارث ہوتا ہے اپنے گھر میں پیدا

دیگر

ایثار و وفا کی رسم جاری کردی / تو ختم علیؑ نے جاں نثاری کردی

بستانِ نبی کو جب اجڑتے دیکھا / بیٹوں کے لہو سے آبیاری کردی

سلام

دیدۂ خونبار پر نازاں مری تقدیر تھی / مجرئی کس کی ہجوم اشک میں تصویر تھی

دفترِ لوح و قلم کا جو ورق اُلٹا گیا / پنجتن کا نام تھا اور آیۂ تطہیر تھی

لاکھ پردوں میں بھی معراج کے رازِ نیاز / شیرِ حق کی ذات اُس اجمال کی تفسیر تھی

اے ذبیحِ کربلا مظلومِ دشتِ نینوا
سر پہ تیرے منحصر اسلام کی تعمیر تھی

ہر صدا اسبطِ پیمبر کی تھی فرمانِ رسول
ہر اشارے میں خدا کے قول کی تفسیر تھی

کہ نکتہ فردِ عصیاں کا درخشاں ہو گیا
شکر ہے سر میں ہوائے ماتمِ شبیرؑ تھی

صبر کے انداز سے شانِ امامت تھی عیاں
ہر نفس میں ذکرِ حق ہر آہ میں تکبیر تھی

کربلا میں صبر کا بھی امتحاں ہونے کو تھا
مامتا بیٹوں کی بھی ماؤں کو دامنگیر تھی

خاک پر اے شمر مقتل میں نہ تھی اکبر کی لاش
خون آلودہ رسول اللہ کی تصویر تھی

عابدِ بیمار اس زنجیر سے جکڑے گئے
ظلم کے معیار میں جو منتخب زنجیر تھی

قافلہ رانڈوں کا تھا اور عابدِ بیمار تھے
دھوپ تھی لو تھی سفر تھا طوق تھا زنجیر تھی

قیدخانے کی زمیں پر ان کا بستر دیکھ لے
شان میں جن کی الٰہی آیۂ تطہیر تھی

گریۂ غم قربِ حق کا بن گیا آئینہ دار
کیا اثر تھا اے وفورِ اشک کیا تاثیر تھی

وسعتِ عالم میں اخضر اپنا عالم اور تھا
اک نگاہِ کارفرما ہی مری تقدیر تھی

آثم۔ جناب سید مسعود احمد صاحب رضوی اکبر آبادی

اللہ اللہ کیا زبانِ بازوئے شبیرؑ تھی
قلبِ اعدا کے لیے چلتی ہوئی شمشیر تھی

کربلا میں مومنوں یہ دعوتِ شبیرؑ تھی
نیزہ و تیر و تبر خنجر سناں شمشیر تھی

راہِ حق میں سر دیا سردارِ جنت ہو گئے
اللہ اللہ کربلا والوں کی کیا تقدیر تھی

کوفیوں نے پھرایا بے ردا بازار میں
اہلبیتِ مصطفیٰ کی کیا ہی توقیر تھی

ان کے سر سے کربلا میں جب ردائیں چھن گئیں
جن کے سر پر سایہ افگن چادرِ تطہیر تھی

عرش تھرانے لگا ہلنے لگا قلبِ زمیں
کیا قیامت خیز قتلِ شاہ کی تاثیر تھی

تربتِ اصغر بنائی رن میں جب شبیرؑ نے
بیکسیِ شاہ پر گریہ کناں شمشیر تھی

اُس طرف تھی خاک برسر خلد میں بنتِ رسولؐ
اس طرف مقتل میں قتلِ شاہ کی تدبیر تھی

زلفِ اکبر دیکھنے والے جسے سمجھا کئے
سورۂ واللیل کی وہ مو بمو تفسیر تھی

بخشدے یارب مرے نانا کی امت بخشدے
زیرِ خنجر شاہِ دیں کے لب پہ یہ تقریر تھی

بے خطا کیوں تیر مارا گردنِ بے شیر پر
سچ بتا اے حرملہ بچہ کی کیا تقصیر تھی

چھا گیا بن کر شفق دنیا پہ خونِ شاہِ دیں
اللہ اللہ اُس لہو میں کس قدر تاثیر تھی

خلد میں کیوں دیکھ کر آتم کو حیراں ہیں ملک
اُس پہ قبضہ تھا مرا یہ تو مری جاگیر تھی

ارشاد جناب ایم ارشاد حسین صاحب زیدی دہلوی ثم بھرتپوری سکریٹری بزمِ ادب بھرتپور

رباعی

کس کے دم سے یہ ہوئی شوکت و شانِ اسلام
آج دنیا میں رہا نام و نشانِ اسلام
اللہ اللہ ہے کیا رتبۂ شبیر ارشاد
دے کے اسلام پہ جاں بن گئے جانِ اسلام

سلام

انقلاباتِ جہاں کی یہ بھی اک تصویر تھی
شام کا بازار تھا اور عترتِ شبیرؑ تھی

طور جس سے جل گیا بیہوش موسیٰؑ ہو گئے
نورِ وجہ اللہ کی ادنیٰ سی وہ تنویر تھی

کون تھا دنیا میں ہمشکلِ نبیؐ بعدِ نبیؐ
سورۂ والشمس کس کے حسن کی تفسیر تھی

آلِ یٰسیں پر کیا واجب نمازوں میں درود
کس قدر محبوبِ حق کو آل کی توقیر تھی

کچھ قصص کچھ امرِ حق باقی تھی مدحِ پنجتن
غور سے دیکھا تو یہ قرآن کی تحریر تھی

جوہرِ خاکِ شفا مرقد میں روشن ہو گئے
میری تربت میں سراپا خلد کی تنویر تھی

اے تعال اللہ حُرناری سے نوری ہوگیا
اس کو کہتے ہیں مقدر یہ بھی اک تقدیر تھی

ادہی چھینٹوں میں جہنم سرد ہو کر رہ گیا
یہ مرے اشکِ عزا کی حشر میں تاثیر تھی

کنجِ مرقد میں ہوا آرام سے سونا نصیب
اب میں سمجھا واقعی خاکِ شفا اکسیر تھی

قصرِ اسلامی کا مرکز تھا شہیدِ نینوا
اس کے سر دینے ہی میں اسلام کی تعمیر تھی

سر کٹا یا گھر لٹا یا بیعتِ فاسق نہ کی
شاہِ دیں کے دل میں وہ اسلام کی توقیر تھی

آج تک تاریخِ عالم میں نہیں ملتی مثال
کیا گراں تیری شہادت اصغرِ بے شیر تھی

آیۂ تطہیر ہو قرآں میں جس کے واسطے
ننگے سر دربار میں اُس شاہ کی ہمشیر تھی

شام کے زنداں میں بھی ارشادِ عابدؑ کیلئے
بیڑیاں تھیں ہتھکڑی تھی طوق تھا زنجیر تھی

آلِ عبا جناب سید آلِ عبا صاحب وکیل اکبرآبادی

روئے اکبر سے عیاں اک حسن کی تنویر تھی
یا محمدؐ مصطفیٰ کی بولتی تصویر تھی

کیوں نہ ہوتا الفتِ شبیرؑ سے معمور دل
میری قسمت میں ازل سے خلد کی جاگیر تھی

کربلا میں جس قدر تھے گلشنِ زہراؑ کے پھول
ان کی صورت سے عیاں قرآن کی تفسیر تھی

وہ بھی تھا اسلام کی کشتی کا پورا ناخدا
طوق تھا گردن میں جس کی پاؤں میں زنجیر تھی

تھے سراپا نور تب تو جسم میں سایہ نہ تھا
روئے پاکِ مصطفیٰ قدرت کی اک تصویر تھی

فتنہ تک جس کی بنا ہل ہی نہیں سکتی کبھی
کربلا کا واقعہ اسلام کی تعمیر تھی

اپنے کنبہ کو نہ کیوں قربان کردیتے حسینؑ
دینِ حق بچنے کی آخر کونسی تدبیر تھی

مصطفیٰ اور مرتضیٰؑ دونوں حقیقت میں تھے ایک
ایک تھا قرآنِ ناطق دوسری تفسیر تھی

ایک ہی سجدے نے جس کے دین قائم کردیا
اللہ اللہ کیا نمازِ حضرتِ شبیرؑ تھی

مشکلیں جتنی پڑیں مجھ پر وہ آساں ہوگئیں
یہ فقط مشکل کشا کے نام کی تاثیر تھی

بخشدے یارب مرے نانا کی اُمت بخشدے — زیرِ خنجر یہ دعائے حضرتِ شبیرؑ تھی

اُف ترا تیر سہ پہلو اور ننھا سا گلا — حرملا کچھ تو بتا بچہ کی کیا تقصیر تھی

دیکھنے والے ذرا نیرنگِ عالم دیکھئے — بے کفن سبطِ نبی تھے بے ردا ہمشیر تھی

میرے دل میں تھی ولائے پنجتن آلِ عبا — یا کہ سینہ میں نہاں قرآن کی تفسیر تھی

آغا۔ جناب سید آغا حسنینؑ صاحب اکبر آبادی

جو کڑی منزل تھی وہ سجادؑ کی جاگیر تھی — عشق کی تصویر تھی زنجیر کی زنجیر تھی

کربلا کی خاک تھی پیشانیٔ شبیرؑ تھی — عرش اعظم پر اسی تصویر کی تصویر تھی

کیا نمازیں تھیں خدا والوں کی کیا تکبیر تھی — ہر صدائے دلنشیں اسلام کی تفسیر تھی

منزلیں صبر و رضا کی کس طرح ہوتی ہیں طے — یہ بتانیوالی تنہا شاہ کی تصویر تھی

لیگئے خود اس کو جنت میں علیؑ مرتضےٰ — حُر کا کیا اچھا مقدر کیا بھلی تقدیر تھی

یہ مرا سر اور خاکِ نقشِ پائے بوتراب — میرے آگے یہ مری تقدیر کی تحریر تھی

وہ نقاہت عابدِ بیمار کی آغا وہ قید — طوق بھاری تھا گلے میں پاؤں میں زنجیر تھی

اختر۔ جناب سید تجمل حسینؑ صاحب بریلوی

اہلبیتِ مصطفےٰ کی آہ یہ توقیر تھی — بے کفن سبطِ نبی تھے بے ردا ہمشیر تھی

شکلِ انساں ہی نہ تنہا رنج کی تصویر تھی — کربلا بھی قتل سے شبیرؑ کے دلگیر تھی

یوں تو کہنے کو ہر اک کے ہاتھ میں شمشیر تھی — تیغ لیکن حضرتِ عباسؑ کی رن گیر تھی

آہ یہ وقتِ شہادت حالتِ شبیرؑ تھی — دل میں برچھی کی انی پہلو میں نوکِ تیر تھی

...پانی کیا جنت کی نہریں کھولدیں — شومئ تدبیر میں یہ خوبئ تقدیر تھی

...خانا تھا خلافت پر یزید ناخلف — اس پہ لعنت جیسے اس کے باپ کی جاگیر تھی

...کی مٹی میں قبل از وقت اکبر کی شبیہ — احمدِ مختار کی منہ بولتی تصویر تھی

...ام نے دیکھی تھی جو حالت خواب میں — وارداتِ کربلا اس خواب کی تعبیر تھی

...کے قدموں میں پڑی رہتی تھی دنیائے دنی — پاؤں میں اس عابدِؑ بیمار کے زنجیر تھی

...نت و خوں سے ہوگئے خود دستکش سبطِ نبیؐ — بیش لیجانا دگرنہ ان سے ٹیڑھی کھیر تھی

...ک عالم ہے شہیدِ کربلا کے سوگ میں — کربلا کی جنگ حق یہ ہے کہ عالمگیر تھی

...وار ظالموں نے جاہ و منصب کیلئے — جن کی خاکِ پا اٹھا لیتے تو وہ اکسیر تھی

...ر کے بعد اختر کون تھا شبیرؑ کا — موت تھی بس ایک لے دیکر جو دامنگیر تھی

...معز بنت سید افضل حسین صاحب نقوی انسپکٹر دفاترِ رجسٹری یو۔پی۔ آگرہ (اہلیہ سید آغا جعفر کاظمی)

...لِ احمد کی جہاں میں ہائے کیا توقیر تھی — بے کفن سبطِ نبی تھے بے ردا ہمشیر تھی

...ہائے ظلم تھا اولادِ حیدرؑ کے لئے — بیلچہ زینبؑ کو فرقِ شاہ کو شمشیر تھی

...سر کھلا تھا چہرۂ اقدس پہ دونوں ہاتھ تھے — خواہرِ شبیرؑ یوں بازار میں تشہیر تھی

...گھر میں بھی دیکھا نہ تھا جس کو کسی نے بے نقاب — سر برہنہ مجمعِ اعدا میں وہ دلگیر تھی

...گیسوئے عنبر فشاں نیزے میں باندھے ظلم سے — دھوپ میں رہتی یہ لاشِ حضرتِ شبیرؑ تھی

...ہا سرور آتشِ جور و ستم سے حیف ہے — خیمۂ اطہر جلایا ایسی کیا تقصیر تھی

...حلقۂ زنجیر بھی خونبار تھے فریاد سے — ہائے کیسی گریۂ سجادؑ میں تاثیر تھی

...رسانے اعدا کے حضرت لیگئے معصوم کو — پیاس سے ڈھلکی ہوئی جب گردنِ بے شیر تھی

مثلِ انجم شاہ کو گھیرے تھے انصار و رفیق
حلقۂ احباب میں وہ چاند سی تصویر تھی

جاں بلب ہوں صدمۂ فرقت اٹھاؤں تا کُجا
نامۂ صغریٰ میں یہ حسرت بھری تحریر تھی

کر کے آؤں جب زیارت روضۂ شبیرؑ کی
سب کہیں اصغر تری کیسی رسا تقدیر تھی

اقبالؔ - از جنابہ اقبال فاطمہ صاحبہ والدۂ جناب سید زاہد حسین نقوی زاہدؔ سلطانپوری ثم اکبر آبادی

کیا بتاؤں اے سلامی حُر کی کیا تقدیر تھی
بس یہی کافی ہے فردوسِ بریں جاگیر تھی

کربلا میں آلِ احمدؐ کی عجب توقیر تھی
بے کفن سبطِ نبی تھے بے ردا ہمشیر تھی

کیا نہ تھا تو صاحبِ اولاد اے ظالم بتا
کیا خطا معصوم کی اے حرملہ بے پیر تھی

پاس تھے بھائی نہ بیٹے بھانجے تنہا تھی شہ
ہاتھ میں صغرا کی جس دم غم بھری تحریر تھی

مار کر سینے پہ برچھی جس کو بیجاں کر دیا
ظالموں وہ تو رسولِ پاک کی تصویر تھی

مالکِ کوثر کو اک قطرہ نہ پانی کا دیا
کیا عداوت شاہ سے اے لشکرِ بے پیر تھی

ہو نہیں سکتا بیاں اقبالؔ مختصر تھا بیا
جب گلوئے شاہِ دیں پر شمر کی شمشیر تھی

اقبالؔ - جناب اقبال نرائن صاحب اکبر آبادی

سرخروئی دین کی شبیرؑ کی تقدیر تھی
یہ شہادت مجرئی اللہ کی تدبیر تھی

کربلا میں آل کی یا دین کی بربادی تو کیا
استقامت تھی نبی کے دین کی تعمیر تھی

سب کو قرباں کر کے ہوں قرباں امام اللہ پہ
اے خلیل اللہ یہ تقدیم یہ تاخیر تھی

خیر گی جس نورِ دیں سے مفسدوں کو تھی نصیب
چادرِ اہلِ حرم اُس نور کی تنویر تھی

زینبؑ و شبیرؑ سے یک دل کہاں بھائی بہن
چور زخموں سے برادر مضطرب ہمشیر تھی

التسلیم ورضا عابدؑ نے طے کی اس طرح
طوق گردن میں حمائل پاؤں میں زنجیر تھی

نہ ہو اب شہادت کیلئے بیتاب فوج
تشنگیٔ شاہِ دیں جب تشنۂ شمشیر تھی

خاک اس کربلا میں جب خدا والے ہوئے
خاک پھر اس کربلا کی خاک کیا اکسیر تھی

دیکھے کربلا میں مل گئی جو خاک میں
اکبری تصویر تھی یا احمدی تصویر تھی

برادرِ شاہِ دیں اقبالؔ اور وہ کربلا
نار کی تقدیر میں یہ نور کی تعمیر تھی

اکبرؔ۔ جناب ماسٹر سید اکبر حسنؒ صاحب اکبر آبادی

قربت اظہارِ احمدؐ کی یہ کیا توقیر تھی
شام کا دربار تھا اور خواہرِ شبیرؑ تھی

پیاس اصغرؑ کی بجھائی جا رہی تھی اس طرح
حرملہ کا تیر تھا اور گردنِ بے شیر تھی

بیبیوں کو سر کھلے لیجا رہے تھے اشقیا
شام کا بازار تھا اور زینبؑ دلگیر تھی

اور بیمار اس طرح گئے تھے شام تک
طوق گردن میں پڑا تھا پاؤں میں زنجیر تھی

کو سبطِ مصطفےٰ نے پالا اٹھارہ برس
ظالموں کیا وہ مٹانے کے لئے تصویر تھی

کے گوہر چھین کر ماری طمانچے بار بار
شمر اس بچی کی آخر کون سی تقصیر تھی

بخشا اور کہا جاؤ خدا کی راہ میں
جس نے بیٹے کر دیے قربان وہ ہمشیر تھی

کر رونے لگے اعدا بھی رن میں زار زار
تشنگی سے غیر ایسی حالتِ بے شیر تھی

ہے دعا اکبرؔ کی مولا کربلا بلوائیے
واسطہ اس کا کہ جس کے پاؤں میں زنجیر تھی

انورؔ۔ جناب انور عادل صاحب اکبر آبادی

راجماعت جاں نثارِ حضرت شبیرؑ تھی
جنت الفردوس جس کے نام کی جاگیر تھی

تھی علمداری نثار ابنِ علیؑ۔ عباس پر
اور علی اکبر پہ شیدا شوکتِ تکبیر تھی

وہ درخشانی تھی روئے قاسمِ نوشاہ پر
بے گماں جس سے عیاں والشمس کی تفسیر تھی

مظہرِ شانِ نبوت تھے محمدؑ اور عونؑ
صورتِ اکبر رسولِ پاک کی تصویر تھی

مہد جنبانی پہ ان کی فخر تھا جبریل کو
اللہ اللہ کیا ہی شانِ حضرتِ شبیرؑ تھی

کیا سمجھتے مرتبہ ابنِ علیؑ کا اہلِ شام
بخت برگشتہ۔ سمجھ الٹی۔ بُری تقدیر تھی

حق و باطل کی لڑائی تھی یہ جنگِ کربلا
اک طرف ظلمت سراسر اک طرف تنویر تھی

خاندانِ رحمۃ للعالمیں تھا اک طرف
اک طرف فوجِ لعینِ دشمنِ بے پیر تھی

اک طرف تو بے کفن تھی سبطِ پیغمبر کی لاش
سر برہنہ ایک جانب زینبِ دلگیر تھی

تھا الم نشرح کی جو تفسیر سینہ اُس پہ آہ
زانوئے بے دین تھا اور اسکی یوں تحقیر تھی

کیا تھا فرمایا رسولِ پاک نے وقتِ وصال
شامیوں کے دل میں کچھ اس حکم کی توقیر تھی

کربلا کا واقعہ انور غضب ہے دلخراش
وہم سے جس کے ہوا جاتا ہے سینہ پاش پاش

انور۔ جناب حاجی سید انور علیؑ صاحب جعفری اکبرآبادی تلمیذ حضرت ندا اکبرآبادی

صرف پابندیٔ حکمِ پاک کی تاثیر تھی
ورنہ پائے حضرتِ عابدؑ میں کیا زنجیر تھی

بے خطا ہونے کا ان پر کربلا میں جرم تھا
ہائے معصوموں پہ کیا تکلیف کیا تعزیر تھی

راہِ حق میں گر نہ مٹ جاتے حسینؑ ابن علیؑ
زندہ پھر اسلام ہو جانے کی کیا تدبیر تھی

نورِ حق نورِ نبی نورِ علیؑ صلِّ علےٰ
حضرتِ اکبر کی صورت نور کی تصویر تھی

اب سوائے ذاتِ حق کوئی نہیں والی مرا
نعشِ اکبر پر یہ کہتی زینبِ دلگیر تھی

مصحفِ روئے علی اکبرؑ کا کیا کہنا بھلا
ثم باللہ سر بسر قرآن کی تفسیر تھی

دیکھنے والا بنا حیرت سے شکلِ آئینہ
صورتِ عباسِ غازی نور کی تصویر تھی

کیوں نہ تو مداح بنتا حضرتِ شبیر کا
جب تری قسمت میں انورؔ خلد کی جاگیر تھی

ایمانؔ۔ جناب ولی محمد خاں صاحب فتح پوری

ملِ قرآن شبیہِ حضرتِ شبیر تھی
زلف تھی واللیل صورت آیۂ تطہیر تھی

عائے ایزدی شبیر کی تحریر تھی
معنیٔ قرآنِ مطلق آپ کی تقریر تھی

ہم سیہ کاروں کو جنت سے نہ ہوتی کیوں غرض
خلد کہتے ہیں جسے شبیر کی جاگیر تھی

س لئے ہوتی نہ عالم میں شہادت رونما
بخششِ امت کی نہاں اس میں اک تدبیر تھی

س طرح جمتے قدم کفار کے میدان میں
ہاتھ میں شبیر کے جب حیدری شمشیر تھی

نعرۂ شہ کربلا میں اک قیامت خیز تھا
شور پر غالب صدائے نالۂ شبگیر تھی

اللہ اللہ رفعتِ شانِ حسینؑ تشنہ لب
رکھدیا جس خاک پر اپنا قدم اکسیر تھی

ہو سکتی تھی بنائے عالمِ امکان نصب
ذات ہی شبیر کی اک باعثِ تعمیر تھی

س طرح گذری شبِ قتلِ شہیداں الاماں
کاٹنا اک رات کا تکمیلِ جوئے شیر تھی

شانِ جانبازی دمِ آخر عیاں ہو کر رہی
لاش بھی شبیر کی رن میں بدوشِ تیر تھی

ر و شاکر امامِ دو جہاں سا کون ہے
حلق پر خنجر رواں تھا بر زباں تکبیر تھی

اں نثارانِ شہِ دیں کیوں نہ ہو جاتے شہید
کربلا کی خاک عجب ایمانؔ دامنگیر تھی

باغبانؔ۔ جناب بندو خاں صاحب اکبر آبادی

ے سلامی تیغِ حیدر میں عجب تاثیر تھی
نار کا مرغوب خوں اور نور کی شمشیر تھی

قتل ہوتے رن میں سب نو لاکھ کیا نوے کروڑ
ایک ہی حملے میں اتنی منتشر کر دی سپاہ
مسکرا کر رکھ دیا سر کربلا کی خاک پر
کربلا کی سرخ مٹی کیا کہوں اے باغباںؔ

پنجۂ شبیرؑ اور پھر حیدری شمشیر تھی
کربلا کے دشت میں شمشیر ہی شمشیر تھی
اللہ اللہ کیا ادائے سجدۂ شبیرؑ تھی
گویا تاریخ حسینی خون سے تحریر تھی

دیگر

کیا سلامی اُس کی گردن قابلِ شمشیر تھی
اب وہ دن آیا کہ دنیائے ستم دلگیر تھی
حمص میں جا کر کسی جا مر گیا ظالم یزید
رو کے لڑکے نے کہا میرا خلافت کو سلام
چند ہی دن بعد قتلِ آلِ احمدؐ کیا ہوا
شیث۔ خولی۔ قیس۔ شمر و حرملہ پکڑے گئے
اور بھی آئے ہزاروں اشقیا ہو کر اسیر
شمر ماموں تھا جنابِ حضرت عباسؑ کا
پہلے اُس کے ہاتھ کا ہر جوڑ کٹوایا گیا
ٹکڑے ٹکڑے نعش اُس کی آگ میں ڈالی گئی
خاک بھکوائی گئی اُس کی نجاست گاہ پر
باغباںؔ دیکھا مآلِ ظلم آخر کیا ہوا
یہ شہیدِ کربلا کے خون کی تاثیر تھی

جس کی ہر تقریر میں قرآن کی تفسیر تھی
روشنی میں کربلا کے خواب کی تعبیر تھی
تخت پر بیٹھا سمجھائیں اُس کا یہ تدبیر تھی
کربلا سے اُن کو لاؤ جن کی یہ جاگیر تھی
قاتلوں کے سر تھے اور مختار کی شمشیر تھی
انس عبد اللہ کندی کے بڑی زنجیر تھی
دی سزا اُس کے مطابق جیسی جو تقصیر تھی
جتنے خط آئے سب اس کے ہاتھ کی تحریر تھی
پھر چڑھا سینے پہ قاتل حلق پر شمشیر تھی
بادشاہ وقت کی کیا خوب یہ تدبیر تھی
آگ خیمے میں لگا دینے کی یہ تعزیر تھی

بیوطن۔ جناب منشی بشیر محمد خاں صاحب باغبانوی اکبرآبادی

ان طرف شبیرؑ تھے اور حیدری شمشیر تھی — اُس طرف بیدین تھے اور موت دامنگیر تھی
دوبارہ شیر سا میدانِ مقتل میں گیا — یہ محمدؐ کے ٹکرانے میں عجب تاثیر تھی
…حقیقت کی طرف جاتا ہوں حُر کہتا چلا — …ناریں مدت سے پنہاں نور کی تنویر تھی
حضرتِ حُر کی دلیری دیکھنے کی چیز ہے — نیمچے سے جنگ کی اور ڈاب میں شمشیر تھی
…کے اندر آگ خیموں میں لگا دینے کے بعد — پاؤں تھے سجادؑ کے اور آہنی زنجیر تھی
…ہوگئے ہیں عبادت تو نے دیکھا بیوطن — خشک ہونٹوں پر صدائے نعرۂ تکبیر تھی

۷۱۔ آغا سید محمد مدثر صاحب رضوی ٹیلیگراف ماسٹر اسٹیشن انور گنج کانپور

سلام

…رتِ اطہار کی ظالم یہی توقیر تھی — رکنِ کعبہ جو تھے اُن کے پاؤں میں زنجیر تھی
…سر سے پا تک فاطمہ زہرا کی اک تصویر تھی — کون تھی زینبؑ یہی تو خواہرِ شبیرؑ تھی
…نی آلِ عبا کرسی نشیں وا حسرتا — قائمِ دینِ خدا کے پاؤں میں زنجیر تھی
…بخشی حق نے اور محبوبِ حق نے فاطمہؑ — کیا علیٔ مرتضیٰؑ کی پیشِ حق توقیر تھی
…جانشینِ مصطفےٰ ٹھہرے علیؑ روزِ غدیر — یہ صدائے جانفزا اُس روز عالمگیر تھی
…جب چلا عباسؑ غازی جانبِ نہرِ فرات — اک علم تھا ہاتھ میں ایک ہاتھ میں شمشیر تھی
…آستیں اُلٹے ہوئے دامن کو گردانے ہوئے — سر سے پا تک حیدرِ کرار کی تصویر تھی
…کہتا ہے کہ زینبؑ بے ردا تھی شام میں — سر پہ بنتِ مرتضیٰؑ کے چادرِ تطہیر تھی

پانی کی خاطر زباں دکھلائی تھی بے شیر نے
حرملہ سے پوچھیے اصغر کی کیا تقصیر تھی

تیر سے معصوم بچے کا گلا چھید اگیا
یہ نہ سوچا حیدرِ کرار کی تصویر تھی

ق
شمر سے پوچھا عمر نے تجھ کو سب معلوم ہے
سچ بتا کیا وقتِ آخر حالتِ شبیر تھی

بولا وہ کیا پوچھتا ہے حالِ فرزندِ رسول
حلق پر خنجر تھا لب پر شاہ کے تکبیر تھی

ایک دن وہ آگیا تھا آلِ احمد پر بکا
بے کفن سبطِ نبی تھے بے ردا ہمشیر تھی

برگ۔ شفیع اللہ خاں صاحب تلمیذ جناب ایمان فتح پوری

خواب میں پیشِ نظر شبیر کی تصویر تھی
یہ میری خوش قسمتی تھی یہ میری تقدیر تھی

شعلۂ غم کی ترے شبیر یہ تاثیر تھی
مہرِ عالم تاب میں کب آگ تھی تنویر تھی

بوسہ گاہِ احمدِ مرسل تھی گردن آپ کی
سر جدا ہونے میں تن سے اس لیے تاخیر تھی

نیزہ پر شبیر کا سر تھا یہ تھی معراجِ عشق
کوئی بتلائے جہاں میں کس کی یہ توقیر تھی

صورتِ تصویر تھے اہلِ زمین و آسماں
بے کفن سبطِ نبی تھے بے ردا ہمشیر تھی

آہیں غم جانکاہ پر کیونکر نہ ہوتے ٹکڑے جگر
عابدِ بیمار تھے اور آہنی زنجیر تھی

ذرہ ذرہ میں تھی اک ہلچل دمِ قتلِ حسین
برگ عالمگیر تاثیرِ غمِ شبیر تھی

بتول۔ بنتِ سید افضل حسین صاحب نقوی انسپکٹر دفاتر سرکاری یوپی آگ

آلِ احمد کی سلامی کیا یہی توقیر تھی
بنتِ زہرا کوچہ و بازار میں تشہیر تھی

جب اذاں صبحِ شہادت کی علی اکبر نے دی
عرش پر صلِ علیٰ تھا فرش پر تکبیر تھی

شاہ کہتے تھے بنِ کاہل غضب تو نے کیا
ناقۂ صالح سے کیا کم عظمتِ بے شیر تھی

تھا مُرقعِ مصطفےٰ کا منتشر میدان میں
خون سے رنگین علیؑ کے لال کی تصویر تھی

ہے دلِ قرآن یٰسین اور دلِ یٰسین حسینؑ
آیۂ ابنائنا کی نصف یہ تفسیر تھی

ناز اُٹھائے ہوں خدا نے اور نبیؐ نے جسکے آہ
اُس پہ کیوں آب و غذا تھا بند۔ کیا تقصیر تھی

شانِ مظلومی دکھائی آپ نے کیا کیا حسینؑ
صدر بر زانوئے قاتل حلق پر شمشیر تھی

اہلبیتِ مصطفےٰ کی گو ردائیں چھن گئیں
سر پہ لیکن سایہ افگن چادرِ تطہیر تھی

حضرتِ زینبؑ نے ہر دُکھ میں دیا بھائی کا ساتھ
بے کفن سبطِ نبیؐ تھے بے ردا ہمشیر تھی

کی عبادت اس قدر کہلائے زین العابدینؑ
مصحفِ ناطق کی گویا بولتی تصویر تھی

صبر ورثہ میں ملا تھا اُف نہ کرتے تھے ذرا
تھا گلے میں طوقِ آہن پاؤں میں زنجیر تھی

نسلِ اسمٰعیل میں مقصد تھا ہو ذبحِ عظیم
یہ بقولِ اُس خوابِ ابراہیم کی تعبیر تھی

پنجتن۔ جناب غلام پنجتن صاحب شاہ گنج آگرہ۔ تلمیذ جناب جواد مازندرانی

ی آلِ پیمبر کی یہی توقیر تھی
بے کفن سبطِ نبی تھے بے ردا ہمشیر تھی

ے بجرم و خطا کاٹا گیا فرقِ حسینؑ
کربلا میں بے گناہی بھی بڑی تقصیر تھی

تشنگی معصومیتِ اصغر کی دکھلانے لگی
تیر بولا ناقۂ صالح کی کیا تقصیر تھی

رہوئے حُر آکے پیاسوں میں دگر نہ اُس طرف
موجِ آبِ علقمہ کی پاؤں میں زنجیر تھی

جھکا کر سعیِ نامشکور نے آخر کہا
پائے مختاری میں شاید جبر کی زنجیر تھی

نام تیرا ہی تھا اے معنیٔ ذبحِ عظیم
ق حمدِ خالق تھی زباں پر حلق پر شمشیر تھی

تشنگی اے کربلا والو تمہاری تشنگی
کیسی فردوسِ نگاہِ مالکِ تقدیر تھی

ابھار کر دریائے خوں سے نہ اُبھری تھی ابھی
لے لیا دریائے رحمت نے کہ بے تقصیر تھی

پھر جو غوطہ کھا کے اُبھری تو تو جنت تھی تیری
حوضِ کوثر ارث اور نہرِ لبن جاگیر

ساقیٔ کوثر کی نظریں خیر مقدم کو بڑھیں
اور سقا ہم رتبہ آیہ تری تقدیر

خواہرِ سبطِ نبی کی بے ردائی کی قسم
فرق پر بنتِ علی کے چادرِ تطہیر

جانِ دیگر شاہ نے اسلام زندہ کر دیا
کیا کوئی اس سے بھی بڑھ کر

تہذیب کی ہمشیرہ - اہلیہ آغا سید محمد بدر صاحب ٹیلیگراف ماسٹر کا

آلِ احمد کی مسلمانوں میں یہ توقیر تھی
بے کفن سبطِ نبی تھے بے ردا ہمشیر

بخششِ امت کی خاطر گھر سے نکلے تھے حسینؑ
کربلا کیونکر نہ جاتے خاک دامنگیر

شمعِ قندیلِ امامت کو بجھایا شمر نے
یہ نہ سمجھا اس سے قصرِ دین میں تنویر

کس زباں سے میں کہوں کٹنے لگا جب سب کا سر
دل میں تھی یادِ خدا اور بر زباں تکبیر

بعد قتلِ شاہِ دیں لوٹے گئے اہلِ حرم
پاؤں میں سجاد کے زنجیر بے تقصیر

اک رسن بارہ گلے واحسرتا چرخِ کہن
تسبیح تھا آلِ پیمبر کی یہی توقیر

تپ کی شدت تھی پیادہ پا تھے زینُ العابدینؑ
طوق گردن میں پڑا تھا پاؤں میں زنجیر

پاکبازانِ جہاں کیوں رشک کرتے ہیں مرا
میری قسمت میں ازل ہی خلد کی جاگیر

شکر ہے شاہِ خراساں کی زیارت ہو گئی
منتظر جس کے لئے تہذیب کی ہمشیر

تمنّا - سید محمد اسمٰعیلؒ صاحب رضوی پیاسی تلمیذ جناب بیان مرحوم فتحپوری

کیا بتاؤں میں کہ کیا ذاتِ شہِ دلگیر تھی
محبتِ حق رحمتِ عالم کی اک تصویر

مصحفِ ناطق سراپا ہستیٔ شبیرؑ تھی
ملتِ بیضا کی دنیا میں یہی تفسیر

گُل ہوئی شمع امامت شامیوں کے ظلم سے
کربلا میں دین ابراہیم زندہ کر دیا
جن کے دروازہ کے درباں رہتے تھے روح الامیں
شمعِ دیں کا سر چڑھا نیزہ پہ اس میں راز تھا
وہ رہے بلوے میں ننگے سر غضب کی بات ہے

آسماں سے خون برسا خاک سے اُبلا لہو
وائے او شمر لعیں حلقوم شہ اور تیری تیغ
تشنہ کام رکھا حیف اے نہرِ فرات
کون کہتا ہے کہ بے چادر ہوئی اہلِ حرم
حرملہ کم بخت لعنت تجھ پہ مردودِ ازل
واقعاتِ کربلا سمجھیں تمناؔ کس طرح

جس کے انوارِ کرم کی چار سو تنویر تھی
ہر شہادت آیۂ ذابحہ کی اک تفسیر تھی
اُس کے کنبے کی کھلے سر دربدر تشہیر تھی
شام کی ظلمت میں ہر جا جس کی تنویر تھی
جس کی ماں بنتِ نبی تھی مالکِ تطہیر تھی

یوم عاشورہ یہ تاثیرِ غمِ شبیرؑ تھی
بوسہ گاہِ مصطفےٰؐ کی کیا یہی توقیر تھی
کوثر و تسنیم جس کی ملک تھی جاگیر تھی
چشمِ حق بیں میں پریشاں چادرِ تطہیر تھی
لائقِ پیکاں نہ تھی وہ گردنِ بے شیر تھی
حاملِ رازِ حقیقت شاہ کی تقدیر تھی

نظم۔ جناب سید آلِ نبی صاحب وکیل بھرت پور

رُباعی

اسلام میں جان ڈالنے والے تھے
ایمان کو دل سے پالنے والے تھے
تھی گرمی نورِ مرتضیٰؑ والوں میں
سانچے میں وفا کو ڈھالنے والے تھے

سلام

کھینچ لائی جو وہ احسن کی حسیں تحریر تھی
جذبِ اُلفت کی کشش تھی یا کڑی زنجیر تھی
سن اکبرؑ بھی محمدؐ کی بڑی جاگیر تھی
واقعی تصویر کی اک بولتی تصویر تھی

یوسفِ شبیرؑ کی تصویر بھی تصویر بھی
ہر ادائے دلنشیں قرآں کی تفسیر بھی

خشک ہونٹوں پر زباں کیسی نہیں تقریر تھی
بے زبانی اصغرِ معصوم کی تفسیر تھی

ہنس کے بچہ رہ گیا کیسی ادائے تیر تھی
مسکرا دینا صدائے نعرۂ تکبیر تھی

جس نے تلواروں کی جھنکاروں کو نیچا کردیا
کربلا میں وہ صدائے نعرۂ تکبیر تھی

ہم نے سیکھا نامِ حیدرؑ شکریہ تیرا ادیب
گو ہمارے دل میں پہلے سے ہی تصویر تھی

ق

نقطۂ کُن کہے میں تصدق میں اسی کے نثار
نون کا نقطہ تھا کہ دو عالم کی اک تصویر تھی

تھا یہی نقطہ کہ جب پھیلا دو عالم بن گیا
پھر جو سمٹا مرتضےٰؑ کے خال کی تصویر تھی

بائے بسم اللہ تھے محرابِ ابروئے علیؑ
خالِ عارض بائے بسم اللہ کی تفسیر تھی

مصحفِ روئے علی اکبر کلام اللہ تھا
آپ کی تقریر بھی قرآں کی تفسیر تھی

جس کے جلووں سے بنایا حق نے اپنا آئینہ
وہ علیؑ اکبر کی جیتی جاگتی تصویر تھی

ننھی گردن اور تیر اُدھر دوزخ نصیب
حرملہ کچھ تو بتا بچہ کی کیا تقصیر تھی

کربلا والے خدائی باغ کے تھے چند پھول
جب خزاں آئی ثمر ماتم کی اک تصویر تھی

جرہم جناب علامہ سید ابوالحسن صاحب محمد آبادی ضلع اعظم گڈھ

آسمان دشمن نہ عاجز کاوشِ تدبیر تھی
ناروا خواہش مری خود پاؤں کی زنجیر تھی

کیوں نہ دوزخ سے نکل کر خلد میں رکھتا قدم
رہبرِ آزادیٔ حُر نصرتِ شبیرؑ تھی

کیوں نہ کھنچتے جانبِ حق جاں نثارانِ حسینؑ
جب ازل سے کربلا کی خاک دامنگیر تھی

دیکھتے کیا نورِ باطن جھک گئی تھیں گردنیں
پردہ دارِ آلِ احمدؐ چادرِ تطہیر تھی

لاج رکھلی آپ نے انسانیت کی یاحسینؑ
کیا مٹانے کے لئے باقی کوئی تدبیر تھی

...پنے دامن کو بچاتے تھے زمین و آسماں — خونِ اصغر میں نہ جانے کونسی تاثیر تھی

...ے علی اصغر عجب نقشہ تھا فوجِ شام کا — جب تمہاری بے زبانی مائل تقریر تھی

...کیا سبق آموز ہیں شبیرؑ کی قربانیاں — سجدہ خالق میں سر تھا حلق پہ شمشیر تھی

...ش آہیں ہر قدم پر سختیاں سجاد کو — راستہ پُرخار بھاری پاؤں کی زنجیر تھی

...ٹکے اپنے ساتھ لائے تھے اُنھیں شاہِ ہدا — جنکی جنگی گلشن فردوس میں جاگیر تھی

دشمنانِ دین نے اُس کو بھی ملایا خاک میں — جو رسول اللہ سے ملتی ہوئی تصویر تھی

...شہ سے ہو گئے مجبور عباسؑ جری — ورنہ لشکر کے اُلٹ دینے میں کیا تاخیر تھی

...و شبیرؑ کو زینبؑ تمھیں بھیجیں سلام — اے حبیب ابن مظاہر واہ کیا تقدیر تھی

...یکساں تھا اثر تیر نگہِ ظلم و جور کا — بے کفن سبطِ نبی تھے بے ردا ہمشیر تھی

...ی جناب سید علی جرار رضا صاحب رضوی متعلم درجہ ہشتم گورنمنٹ ہائی اسکول آگرہ۔ انچارج انجمن معراج ادب شاہ گنج آگرہ

...یامت کربلا میں آسمانِ پیر تھی — ذبح بھائی ہو رہا تھا سامنے ہمشیر تھی

...ر تارے عرش کے مٹی میں تیری مل گئے — کیا زمین کربلا روشن تیری تقدیر تھی

...جواں بیٹے کی میت پر یہ رو کر کہتی تھی — ظالموں یہ تو رسولِ پاک کی تصویر تھی

...ب کر دریائے خوں میں آج پنہاں ہو گئی — کل تلک پیش نظر جو چاند سی تصویر تھی

...ن جائے گھر لٹے باقی رہے دینِ خدا — کربلا میں بس بہتر کی یہی تقریر تھی

روز عاشورہ جری سامان محشر ہو گیا

بے کفن سبط نبیؐ تھے بے ردا ہمشیر تھی

جمیل۔ محمد جمیل الرحمن اکبر آبادی تلمیذ حضرت ولی محمد خاں ایمان فتحپوری

اے سلامی لاشِ حُر پہ شہ کی یہ تقریر تھی / ہو گیا ناری سے نوری یہ تیری تقدیر تھی

ہوں نصیبے کا سکندر یہ مری تقدیر تھی / خواب میں پیشِ نظر شبیر کی تصویر تھی

کس قدر شبیر تھے یادِ خدا میں منہمک / سر بسجدہ آپ تھے اور حلق پر شمشیر تھی

حیف ہے سوفار سے ننھا گلا زخمی کیا / اے لعینوں بے زباں بچہ کی کیا تقصیر تھی

خانہ ویرانی گوارا جو ہوئی شبیر کو / اُمتِ عاصی کی بخشش کے لئے تدبیر تھی

از زمیں تا آسماں پھیلی ہوئی تھی سنسنی / جب گلوئے شاہِ دیں پر شمر کی شمشیر تھی

لاشۂ اکبر پہ شاہِ دیں کو کوئی دیکھتا / صورتِ شبیر تھی یا صورتِ تصویر تھی

مدحتِ شبیر اپنے حق میں ہے راہِ نجات / اے جمیلِ زار اپنی خوب ہی تقدیر تھی

جواد۔ جناب آغا محمد جواد صاحب ماژندرانی شاہ گنج آگرہ

چشمِ گریاں یوں گہر ریزِ غمِ شبیر تھی / ابرِ نیساں جس کی اک بگڑی ہوئی تصویر تھی

اللہ اللہ دورِ گمراہی کے استبداد و جور / ساقِ پائے رہنما وابستۂ زنجیر تھی

لاشِ اکبر پر بیاں کرتا تھا اکبر کا شباب / احمدِ مرسل کی جیتی جاگتی تصویر تھی

اے حسینؑ اے نازشِ محبوبِ رب العالمین / تیری گویائی نہ تھی قرآن کی تفسیر تھی

ق

کربلا میں ہر دو رُخ دُنیا کے روشن ہو گئے / اک طرف شورِ جلاجل اک طرف تکبیر تھی

اک طرف وحدانیت اور اک طرف کثرت پہ ناز / اک طرف خلدِ بریں تھا اک طرف جاگیر تھی

اک طرف تھا شورِ اُقتل اکطرف تھی وعظ و پند
اکطرف تخریب تھی اور اک طرف تعمیر تھی

اک طرف سرمایہ داری کا تکبر بے پناہ
اک طرف اَلفقر فخری کی صحیح تفسیر تھی

اک طرف تھا ملکِ رے اور اکطرف خونِ حسین
اکطرف ہادیٔ برحق اکطرف تزویر تھی

اک طرف سولہ پہر کی پیاس تھی ہمت شکن
اکطرف سیراب فوجِ ظلم و بے پیر تھی

اک طرف تیرِ سہ شعبہ در کمان تھا حرملہ
اکطرف بازوئے شہ اور گردن بے شیر تھی

اک طرف نیزہ لیئے تھا ہاتھ میں ابن نمیر
اکطرف حسن و جوانی کی صحیح تصویر تھی

اک طرف خنجر تھا اور شمرِ لعیں کا ہاتھ تھا
اکطرف شبیرؑ تھے اور گردن شبیرؑ تھی

شہ نے اپنا خون پانی کر دیا رن میں جواد
کشتِ دین کے سینچنے کی اک یہی تدبیر تھی

حامد - جناب ماسٹر سید حامد علیؑ صاحب انٹر - سی - ٹی ٹیچر وکٹوریہ ہائی اسکول آگرہ

شامیو کیا آلِ احمدؐ کی یہی توقیر تھی
بے کفن سبطِ نبی تھے بے ردا ہمشیر تھی

میں کفن بھی دے سکی تجھ کو نہ اے بھائی حسینؑ
کہہ کے یہ دن رات روتی زینبؑ دلگیر تھی

قتل سے کیونکر بچے عابدؑ یہ ہے اک معجزہ
کربلا میں اختتامِ آل کی تدبیر تھی

جھیلے صدمے پر نہ اُف کی زینبؑ و شبیرؑ نے
یہ جنابِ سیدہ کے دودھ کی تاثیر تھی

قبل حج اس واسطے عمرہ بجا لائے حسینؑ
خانۂ کعبہ میں اُن کے قتل کی تدبیر تھی

ظلم تھا ہو سنگ باری فرقِ شہ پر شام میں
کچھ نہ تخصیصِ زن و مرد و جوان و پیر تھی

عمر بھر رونے کو اے حامد علیؑ کافی ہے بس
بے کفن سبطِ نبیؐ تھے بے ردا ہمشیر تھی

حامد۔ جناب سید رضا حامد صاحب اکبرآبادی خلف اصغر سید محمد محمد رضا صاحب وفا ڈپٹی کلکٹر اکبرآبادی

کربلا میں یہ سلامی صورت شبیرؑ تھی ‏ ہر قدم پر یاس و غم کی سامنے تصویر تھی
جلوہ گر نوک سناں پر تھا سر سبط نبی ‏ اور زبان پاک پر قرآن کی تفسیر تھی
ظالمو سر کاٹ کر پامال لاشہ کر دیا ‏ کیا پیمبر کے نواسہ کی یہی توقیر تھی
رنج کتنے کا جو سبط مصطفےٰ سہتے رہے ‏ امت عاصی کی بخشش صرف دامنگیر تھی
ہائے اعدا نے بجھائی تشنگی کس طرح سے ‏ گردن بے شیر میں پیوست نوک تیر تھی
نار سے کھنچ آیا نور حق کی جانب بے دریغ ‏ اللہ اللہ حر کی یاور کس قدر تقدیر تھی
تھے نماز حق میں سبط مصطفےٰ مصروف ادھر ‏ اور ادھر حامد گلوئے خشک پر شمشیر تھی

حسن۔ جناب سید حسنؑ اکبر صاحب جعفری پھپھری سب انسپکٹر پولیس پنشنر کھجوا

رباعی

مجمع رنداں میں دیکھو آج کیسا جوش ہے ‏ کوثر و تسنیم کا ہر شخص بادہ نوش ہے
کیوں نہ ہوں لبریز دل احمدؐ کے متوالوں کے بھی ‏ جوش سا ساقی ہمارا میکدہ بردوش ہے

سلام

اے فلک آل عبا کی کیا یہی توقیر تھی ‏ جن کے حق میں ابتدا سے آیۂ تطہیر تھی
بعد قتل شاہ دیں تو کس طرح دیکھا کیا ‏ سر کھلے بازار میں جب زینب دلگیر تھی
شمر نے بالی سکینہ کے طمانچے مار کر ‏ کان سے کھینچے گہر یہ بھی نئی تعزیر تھی
یہ نہ سمجھو زینب و کلثوم بے پردہ رہیں ‏ ان کے پردہ کے لئے تو چادر تطہیر تھی

لیتی تھی احمد سے صورت اکبر ناشاد کی | صانع قدرت کی گویا ایک ہی تصویر تھی

قاتلوں کو ہائے اس پر بھی نہ تھا خوف خدا | سامنے رکھی ہوئی قرآن کی تفسیر تھی

آسماں رو دیا کیا تھا اس جواں کی لاش پر | جس کا وہ نازک گلا اور ظلم کی شمشیر تھی

زیر خنجر بھی نہ شکوہ تشنہ لب نے کچھ کیا | شکر ہے تیرا خدا یہ شاہ کی تقریر تھی

جان دی حر جری نے اس لئے شبیر پر | اس کی قسمت میں ازل سے خلد کی جاگیر تھی

بعد مردن زانوئے شبیر کا تکیہ ملا | کربلا میں حر کی بھی واللہ کیا تقدیر تھی

منزل صبر و رضا کے سارباں سجاد تھے | راہ حق کو طے کیا گو پاؤں میں زنجیر تھی

اصغر نادان کا فدیہ ہو گیا مقبول رب | کربلا میں خواب ابراہیم کی تعبیر تھی

کیوں نہ ہو جاتی شفا مجھ سے مریض عشق کو | جس کے حق میں کربلا کی خاک ہی اکسیر تھی

کربلا میں جو بھی گذرا کس طرح لکھے حسن | ظلم اور جور و جفا کی اک نئی تصویر تھی

حکیم جناب مولانا شیخ عبد الحکیم صاحب تلمیذ حضرت ندا اکبر آبادی

اسلامی کربلا کے چاند کی تنویر تھی | جس کی صورت سورۂ والشمس کی تفسیر تھی

صاحب معراج نے دیکھا شب معراج میں | عرش اعظم پر شہادت شاہ کی تحریر تھی

شاہ دیں والوں کے قرباں زندہ کرنے دین کو | جا رہے تھے کربلا اور موت دامنگیر تھی

بے اجازت جا سکے اندر نہ جبرئیل امیں | یہ مکان اہلبیت پاک کی توقیر تھی

دیکھتے شامی جو میدان وغا میں غور سے | ایک ایک صورت سے قرآں کی عیاں تفسیر تھی

ہوتا اہلبیت کی عظمت کا ان پر انکشاف | پڑھتے وہ سورت کہ جس میں آیۂ تطہیر تھی

بنتی بیشک فصیل عافیت امت کی وہ | عابد بیمار کے جو پاؤں میں زنجیر تھی

پڑھ رہے تھے لن تنالوا البر حتی تنفقوا / گود میں جس وقت شہ کے میت بے شیر تھی
لٹ چکا تھا اس میں جب خونِ شہیداں ای حکیم / پھر جو دیکھا ہم نے خاک کربلا اکسیر تھی

حضور۔ جناب حضور احمد صاحب اکبرآبادی تلمیذ حاجی علی محمد خاں صاحب ندا اکبرآبادی

اے سلامی کیا امام پاک کی تقدیر تھی / ان کے حصہ میں ازل سے خلد کی تعمیر تھی
حلۂ پر نورِ جنت جسم بے سر کے لئے / اور برہنہ سر کی خاطر چادر تطہیر تھی
وہ رہے بدبخت جو اس کو نہ حاصل کر سکے / اب بھی ہے پہلے بھی الفت شہ کی عالمگیر تھی
ظالموں نے اپنی سی تحقیر ان کی تو کیا / یاں کی ظاہر تحقیر ان کی حشر میں توقیر تھی
سر تھا سجدہ میں زباں پر حمد پاک کبریا / جب گلوئے شاہ پر بدبخت کی شمشیر تھی
یہ ہوا جو کچھ ہوا دنیا پہ ظاہر اے حضور / پھر امام پاک کی کونین میں توقیر تھی

حبیب۔ جناب حبیب صاحب عرف ذوالقدر بہادر شمسی اکبرآبادی

سینۂ اہل وفا میں حسن کی تنویر تھی / دل میں ہر غازی کے اک توحید کی تصویر تھی
جس پہ جا چمکی لرز اٹھا زمیں پر آگرا / حیدری شمشیر گویا موت کی تصویر تھی
کیوں خوشامد کرتے پانی کے لیے سبط نبی / انکی ہر انگلی میں پنہاں ایک جوئے شیر تھی
مرکز انوار ہو جانے ہر اک ذرہ تیرا / اے زمین کربلا یہ بھی تیری تقدیر تھی
نور سے معمور تھے صبر و رضا والوں کے دل / ہمت افزا جذبہ پرور عشق کی تنویر تھی
نوک نیزہ پر سر شبیر خاک آلودہ تھا / دونوں عالم میں مگر پھیلی ہوئی تنویر تھی
معنی اہل بصیرت کیا سمجھے کور دل / ہر سخن شبیر کا قرآن کی تفسیر تھی

رہا اے خاتم دور شہادت مرحبا — تیرے سجدہ کی حیات جاوداں جاگیر تھی

ہوا کا تھا چھوٹا سا کنبہ زیر دامان حسینؑ — کیا مبارک لوگ تھے یہ انکی کیا تقدیر تھی

ادیں شبیرؑ کی آنکھوں سے جو آنسو گرے — داستان غم کی ہر آنسو میں ایک تصویر تھی

دہاں صدقہ حبیب اُس مردِ حق کی پیاس کے — فکر امت پیاس میں بھی جس کو دامنگیر تھی

نتیجہ فکر جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب ضاؔغر بن حافظ نذیر احمد صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم اسکول لوہامنڈی آگرہ

ری کی صورت سلامی صورتِ شبیرؑ تھی — مصحفِ رخ شاہ کا قرآن کی تفسیر تھی

ے کون سبطِ نبیؐ تھے بے ردا ہمشیر تھی — پردہ پوش ان بیکسوں کی چادرِ تطہیر تھی

یوں کیا یہ ظلم کیا معصوم کی تقصیر تھی — دشمنی اصغرؑ سے کیا اے حرملہ کے تیر تھی

ی ہمشکلِ نبی اک نور کی تنویر تھی — پا سراپا احمدِ مختار کی تصویر تھی

ان اکبرؑ دیکھ کر بڑھتے نہ کیوں اعداء رو — مصطفےٰ کی ایک جیتی جاگتی تصویر تھی

تہ قدرت سے باہر نامیوں کی تھی نجات — شیرِ یزداں کے خلف کی ہاتھ میں شمشیر تھی

پا فدا کی، خلد لی، قاتل بنا، ناری ہوا — اک مقدر حُر کا تھا اک شمر کی تقدیر تھی

ی عظمت ہے طفیلِ خاندانِ بوترابؑ — ورنہ خاکِ کربلا تیری کہاں تقدیر تھی

ک میں اور پیاس میں تیغ و سناں کے سائے میں — صابر و شاکر رہی وہ ہستی شبیرؑ تھی

ہرہ آغازِ اکبرؑ غازی کے چہرے پر جو تھا — جدول قرآن میں تفسیر کی تسطیر تھی

ن میں وقتِ آخر محو اپنے تھے حسینؑ — وقفِ سجدہ تھی جبیں وردِ زباں تکبیر تھی

الک کو خدمتِ گہوارہ جنبانی کا فخر — ابنِ زہراؑ کی یہ عظمت اور یہ توقیر تھی

بیکس کا ضعف و ناتوانی دیکھ کر — طوق سر گرم فغاں نالہ کناں زنجیر تھی

مصطفیٰ کے کنبہ والوں کی شہادت اے خلیل
نار سے آزادی امت کی اک تدبیر تھی

خیلا۔ جناب شیخ بدھو فتحپوری تلمیذ جناب سید حسین صاحب بودم فتحپوری

رباعی

میں واری جاؤں بوا بھولے بھالے اصغر کے
ہا ہوئے شہید جو گودی میں پیاسے سرور کے
دلائیں فاتحہ انکی تو دودھ بھی رکھ لیں
سمجھ لیں دل میں عزادار آلِ حیدر کے

سلام

کس طرح ماں نوں کھلے سر زینبؑ دلگیر تھی
کیا موئے لشکر نے لوٹی چادرِ تطہیر تھی

مجھ سی لونڈی کی بھلا اماں کہاں تقدیر تھی
میری قسمت میں ہوا بزمِ غمِ شبیر تھی

ہو گئے جنت کے مالک سر کٹا کر شاہِ دیں
جز حسینؑ ابنِ علیؑ کس کی ہوا تقدیر تھی

تو ابھی بچی ہے بوا کچھ سمجھتی ہی نہیں
کربلا سے لوٹنا شبیرؑ کی تحقیر تھی

بند پانی کر دیا بہنا علی کے لال پر
کیا نگوڑے شامیوں کی نہر بھی جاگیر تھی

ناریوں میں پڑ گئی ہلچل بہن بھگنے لگے
کربلا میں جب چلی شبیرؑ کی شمشیر تھی

غم کروں ماتم کروں کم ہے بہن عشرہ کے دن
بے کفن سبطِ نبی تھے بے ردا ہمشیر تھی

فاطمہ کے لال کے آگے ہوا آیا نہ ایک
شیر کے قبضہ میں بھابی حیدری شمشیر تھی

فاطمہ کے دل کے ٹکڑے تھے وہ آپا شاہِ دیں
راکبِ دوشِ نبی تھے اُن کی یہ توقیر تھی

کس طرح آتی نہ خیلا اے بوا اس بزم میں
بندی تو ابنِ علی کی عاشقِ دلگیر تھی

دولہ جناب سید مقصود حسین صاحب زیدی بھرتپوری

اکرِ سبطِ نبی اچھی تری تقدیر تھی
مر کے بھی حصّہ میں تیرے خلد کی جاگیر تھی

برمیں میری چراغاں ہے تعجب اس میں کیا
داغہائے ماتمِ سرور کی یہ تاثیر تھی

ڈل گئے سارے گنہ خاموش تھے منکر نکیر
قبر میں خاکِ شفا میرے لئے اکسیر تھی

ربلا کی خاک آخر بن گئی خاکِ شفا
یہ شہیدِ کربلا کے خون کی تاثیر تھی

رے دامن میں ہیں گل بوٹے نبی کے باغ کے
اے زمینِ کربلا اچھی تری تقدیر تھی

ش پر نعلین پہنے مصطفےٰ نے سیر کی
میرے مولا کی شبِ معراج یہ توقیر تھی

ن گیا تکیہ ترے سر کے لئے زانوئے شہ
اے حُرِ ذیجاہ تیری بھی عجب تقدیر تھی

ٹ گئی عاشور کو امت کے ہاتھوں سے وہ شکل
جو کہ محبوبِ خدا کی ہو بہو تصویر تھی

ے جس کو بھائی کے لاشے پہ رونا منع تھا
اس قدر بیکس بہن وہ زینبِ دلگیر تھی

رانہ ہے وہی جہلم کا جس میں مومنو
بے کفن سبطِ نبی تھے بے ردا ہمشیر تھی

ے وہ سب بیبیاں بلوے میں ننگے سر پھریں
قبضۂ قدرت میں جن کے چادرِ تطہیر تھی

ب لحد کھودی ہے اُس نے اصغرِ معصوم کی
بیکسی پر شاہِ دیں کی نالہ زن شمشیر تھی

ویاں کیا سیدِ سجادؑ کی غربت کا حال
بیکسی پر ان کی نالاں پاؤں کی زنجیر تھی

ندمیں اٹک ہے دولہ کربلا پہنچا نہ تو
تیری قسمت میں تو لکھی خلد کی جاگیر تھی

ضا جناب سید موسیٰ رضا صاحب اکبر آبادی قرق امین تحصیل فیروز آباد ضلع آگرہ

ے سلامی جس کو آئی چادرِ تطہیر تھی
اُس کی بیٹی سر کھلے بلوے میں یوں تشہیر تھی

لے لیا جس دم علیؑ نے بابِ خیبر ہاتھ میں — شور تھا صلِّ علیٰ کا چار سو تکبیر
پہلے کیا تھا اور کیا سے کیا ملا رتبہ تجھے — واہ اے حُرِّ جری تیری بڑی تقدیر
کیوں نہ آتے شاہِ والا قتل کے میدان میں — سرزمینِ کربلا اور موت دامن گیر
کاٹ کر فرقِ شہِ دیں شمر جب لیکر چلا — سر کو اپنے پیٹتی تب زینبِ دلگیر
کربلا میں کیوں نہ آتے کربلا والے تمام — امتِ عاصی کی بخشش کی یہی تدبیر
بہہ گیا پانی تو یہ رو کر کہا عباسؑ نے — اے سکینہ تیری بھی کیسی بری تقدیر
دور میں تیرے فلک کیسا ہوا یہ انقلاب — بے کفن سبطِ نبی تھے بے ردا ہمشیر
تیر مارا حرملہ نے اصغرؑ بے شیر کے — کونسی اُس کی خطا تھی کونسی تقصیر
گھر مٹایا زر لٹایا ہو گئے بے سر حسینؑ — بس قیامِ دینِ احمدؐ کی یہی تدبیر
کوفیوں نے خط پہ خط بھیجے بلانے کیلئے — باغِ زہراؑ کے مٹانے کی یہی تزویر
ایسے ہوتے ہیں خدا کے خاص بندے اے رضا — مرتے مرتے بھی زبانِ شاہ پر تکبیر

رازؔ — جنابِ سید محمد منتظر صاحب رضوی اکبرآبادی تلمیذ جناب آغا محمد جواد صاحب ماہر ندرانی ثم اکبرآبادی

آلِ پاکِ مصطفیٰؐ کی آہ یہ توقیر تھی — پائے سجادِ حزیں میں دوہری زنجیر
رن میں جس دم اصغرِ ناداں کو لائے شاہِ دیں — دل دھڑکتا تھا پریشاں مادرِ دلگیر
سر جدا ہونے پہ بھی قرآنِ ناطق تھے حسینؑ — کہف کا سورہ زباں پر تھا کبھی تکبیر
صبر میں ہر رعب و جلالت میں رجوعِ قلب میں — فاطمہؑ زہرا کی زینب ہو بہو تصویر
صرف گارے میں کیا خونِ شہیدانِ وفا — قصرِ دیں کی شاہ کو مدِ نظر تعمیر
حق پرستی چاہیے باطل پرستی چھوڑ دو — آخری دم تک یہی شبیرؑ کی تقریر

اے مسلمانو نہ پوچھو ماجرائے بعد عصر
بے کفن سبطِ نبی تھے بے ردا ہمشیر تھی

تین دن تک کربلا میں وہ رہا بے آب آہ
رازؔ جس کنبہ کی نہر علقمہ جاگیر تھی

رازؔ۔ جناب سید سبطِ حسن صاحب فتحپوری ممبر انجمن حیدری فتحپور

کی لعینو آلِ احمد کی یہی توقیر تھی
بے کفن سبطِ نبی تھے بے ردا ہمشیر تھی

عابدِ بیمار کی حالت سناؤں کس طرح
طوق گردن میں پڑا تھا پاؤں میں زنجیر تھی

بے ردا ہونا پڑے تو کچھ نہ کرنا اس کا غم
وقتِ رخصت شاہ کی زینبؑ سے یہ تقریر تھی

اس کو کہتے ہیں مقدر اس کو قربِ خاصِ حق
نار سے جنت ملی یہ حر تری تقدیر تھی

سر برہنہ آج وہ کنبہ ہے بلوے میں غضب
حکمِ رب سے جن کو آئی آیۂ تطہیر تھی

خیمہ سے اصغر کو لیکر جب چلے شبیرؑ آہ
مضطرب بنتِ علیؑ و بانوئے دلگیر تھی

تیر مارا حرملہ نے اصغرِ معصوم کے
شاہ نے فرمایا ظالم اسکی کیا تقصیر تھی

کس زباں سے رازؔ ہو توصیفِ شاہِ کربلا
رازدارِ سرِّ وحدت ہستی شبیرؑ تھی

رفیقؔ۔ جناب محمد رفیق صاحب تلمیذ حضرتِ سیماب اکبرآبادی

وہ فضا بھی مجرئی کیا دلکش و دلگیر تھی
بھائی کے قدموں سے جب لپٹی ہوئی ہمشیر تھی

واہ تھی کیسی روانی واہ کیا تنویر تھی
ذوالفقارِ حیدری جب کھنچ گئی تصویر تھی

اک نرالی جنگِ اصغرِ بے شیر تھی
ہر نگاہ واپسیں چبھتا ہوا اک تیر تھی

کربلا کی خاک میں جب مل گیا خونِ شہید
پاک تھی، خاکِ شفا تھی، سرمہ تھی، اکسیر تھی

صابر و معصوم کو فطرت سے ملتی ہے مدد
اصغرِ لب تشنہ کے ہونٹوں پہ جوئے شیر تھی

سنہ لگتے ساقیٔ کوثر کے متوالے تجھے — تیری اے آبِ فرات ایسی کہاں تقدیر تھی
اک پر خونِ علی اکبر کے جب چھینٹے پڑے — ذرّے ذرّے میں رسول اللہ کی تصویر تھی
تِ اصغر کے لئے شبیر ادھر خاموش تھے — گود خالی دیکھ کر مادر اُدھر دلگیر تھی
ٹھ رہی تھیں شام کے میداں سے سرخ آندھیاں — یہ ہوائے کربلا کی خوں فشاں تاثیر تھی
یردی آلِ عبا کی حُرّیت کا درس بھی — تھا وہی آزاد جس کے پاؤں میں زنجیر تھی
و لیئے ہم کربلا کی سمت مُنہ کرکے رفیق — شورشِ غم میں یہی تسکین کی تدبیر تھی

رباب۔ جنابہ اُمّ رباب صاحبہ دختر جناب سید حامد حسینؑ صاحب مصنفہ گریۂ رباب و سوزِ رباب

و جہاں قبضہ میں تھے یہ قوتِ شبیرؑ تھی — انکسارِ عشق سے گردن تہِ شمشیر تھی
ربلا کی روزِ عاشورہ عجب تصویر تھی — بے کفن بھائی تھا رن میں بے ردا ہمشیر تھی
لِ اصغر کے فسانے یادگارِ قوم ہیں — بے زباں کے حلق میں گویا زبانِ تیر تھی
فر کی حد تک پہونچ کر رہ گیا طرزِ یزید — جو دلوں پر چھا گئی شبیرؑ کی تکبیر تھی
امانت دارِ خونِ اہلِ بیتِ مصطفٰےؐ — اے زمینِ کربلا تیری بھی کیا تقدیر تھی
لے گئی سوئے جہنم ابنِ سعدِ نحس کو — ملکِ رے کی جو ہوس عرصہ سے دامنگیر تھی
ن میں بھائی کو بہن نے اس طرح دیکھا رباب — سینہ پر شمرِ ستمگر حلق پر شمشیر تھی

سوا۔ جناب حکیم محمد اسحاق خاں صاحب اکبر آبادی پروپرائٹر فیشن اینڈ کمپنی آگرہ

رباعی

سادات نے جاں بہ شادمانی دیدی — ملت کو حیاتِ جاودانی دیدی

اپنا افسانہ ختم کرکے رسوا دنیا کو نئی ایک کہانی دے دی

سلام

تھیں کمر میں رسیاں اور پاؤں میں زنجیر تھی
ہائے کیا آلِ رسول اللہ کی تشہیر تھی

عرش پر گونجی ہوئی اُن کی ہر اک تکبیر تھی
اللہ اللہ کربلا والوں کی کیا تقدیر تھی

صورتِ اکبر سے تھے حیران کیا کیا اہلِ شام
سب کی نظروں میں رسول اللہ کی تصویر تھی

کتنی درد انگیز تھی دوری صغریٰ و حسینؑ
باپ اِدھر مجبور تھا بیٹی اِدھر دلگیر تھی

ہر کعبہ کی بزرگی پر وہ کیا کرتے نظر
اک سرے سے شامیوں کی فوج ہی بے پیر تھی

کوفیوں میں تھے اِدھر نعرے غرور و کبر کے
کعبہ والوں میں اِدھر تکبیر پر تکبیر تھی

عصر تک باقی نہ کوئی ایک بھی ساتھی رہا
کیا قیامت خیز یہ تنہائی شبیرؑ تھی

کیوں یہاں آتے نہ ملنے کو شہیدانِ وفا
کربلا کے ساتھ ہی جنت بھی دامنگیر تھی

کعبے والے جب یہاں پہونچے یہیں کے ہو رہے
کس بلا کی کربلا کے نام میں تاثیر تھی

ہو گئے دیدار سے اکبر کے محروم اہلِ دید
اب تصور ہو گئی جو شئے کبھی تصویر تھی

حُبِّ اہلِ بیت نے رسوا ہمیں دیدی نجات
مغفرت کی اور کیا اس کے سوا تدبیر تھی

رعنا۔ جناب شکور احمد صاحب اکبر آبادی

مختصر ہر چند فوج حضرتِ شبیرؑ تھی
پر مکمل شوکتِ اسلام کی تصویر تھی

دین کے شیدا تھے جتنے ساتھ تھے شبیرؑ کے
رہ گئے وہ جن کی یہ دنیا گریباں گیر تھی

جانِ زہراؑ جان دے کر بن گیا پشت و پناہ
منہدم ہونے ہی کو اسلام کی تعمیر تھی

اب پیکاں سے بجھائی اصغرِ ناداں کی پیاس
انکا پانی مانگنا بھی کیا کوئی تقصیر تھی

مسلمانوں نے کی توقیرِ آلِ مصطفےٰ
ان کی خاطر زہر تھا، تلوار تھی، زنجیر تھی

س کی خاطر آنکھ میں آئیں نہ کیونکر اشکِ غم
جس کی مرگ و زیست یکسر درد کی تصویر تھی

و دا ٹھا کر لائے مقتل سے جواں بیٹے کی لاش
کس بلا کا صبر تھا، کیا ہمتِ شبیرؑ تھی

ونوں بیٹے اپنے بھائی پر تصدق کر دئیے
کیوں نہ ہو زینب بھی آخر خواہرِ شبیرؑ تھی

شم قاتل کو نہ آیا صورتِ اکبر پہ بھی
ایک دنیا میں رسول اللہ کی تصویر تھی

حبتِ شبیرؑ کا جوہر کہاں رعنا کہاں
مل گیا ایسا شرف یہ خوبیٔ تقدیر تھی

راج - جناب منشی راج گوپال صاحب ضیا وثیقہ نویس اکبرآبادی تلمیذ جناب فلک مرحوم اکبرآبادی

یغ عالم میں علی حیدرؑ کی عالمگیر تھی
نور میں بھرپور جیتی جاگتی تصویر تھی

چشم تر تھے سامنے معصوم کی تصویر تھی
میں ہی اک گریاں نہ تھا خلقِ خدا دلگیر تھی

شر تھا پیشِ نظر یا حشر کی تصویر تھی
بے کفن سبطِ نبی تھے بے ردا ہمشیر تھی

حکمِ ربی میں کہاں گنجائشِ تقریر تھی
ہر شہیدِ ناز کی گردن تہِ شمشیر تھی

شکل ہم شکلِ نبی کی رن میں عالمگیر تھی
نور کے سانچے میں گویا نور کی تصویر تھی

رزہ براندام ہوتے تھے زمین و آسماں
حیدرِ کرارؑ کے نعروں میں یہ تاثیر تھی

خدمتِ سبطِ نبی میں آیا ہونے جنتی
یہ نصیبا حُر کا تھا اور حُر کی یہ تقدیر تھی

تھے یہاں انساں ملائک عرش پر مدح خواں
صاحبِ توقیر کی کونین میں توقیر تھی

سر پہ جا کر لوٹ کر آتی نہ تھی بے سر لئے
برق سے بھی تیز تر شبیرؑ کی شمشیر تھی

نعش پر ملعون کی لعنت برستی ہی رہی
شمر کی بعدِ فنا اے راج یہ توقیر تھی

...ین جناب غلام محی الدین شاہ صاحب چشتی قصبہ کراولی ضلع آگرہ

...ان تشبیہی میں وہ اک نور کی تصویر تھی / ہاں خدائی شان شانِ حضرتِ شبیرؑ تھی
...ر تطہیر کی یہ شان یہ تفسیر تھی / بے کفن سبطِ نبی تھے بے ردا ہمشیر تھی
...طلع انوارِ نوری صورتِ شبیرؑ تھی / صورتِ ختم الرسل معجز نما تصویر تھی
...ئیں شمعِ رسالت رہ گئیں رانڈیں تمام / عابدؑ بیمار کے پاؤں میں اک زنجیر تھی
...یں داورِ ظالموں سے یوں کہیں گی سیدہ / لال کی میرے بتا دو کونسی تقصیر تھی
...نہ تکمیل تھی تعلیمِ دینِ مصطفےٰ / کربلا کی رزم بھی توحید کی تشہیر تھی
...ت تشریحِ اسرارِ خدا تھے اس لئے / اس شہادت میں عیاں قرآن کی تفسیر تھی
...ا جوشِ نیازِ عشقِ شبیرؑ حبذا / نوکِ تیر و نیزہ خود منت کشِ نخچیر تھی
...ا میں اپنے ہوئے خود ہی تماشائی حسینؑ / کانپ اٹھا شمرِ لعیں وہ ہیبتِ شبیرؑ تھی
...دہ گاہِ ناز دشتِ کربلا رنگیں بنی / یہ حسینؑ ابنِ علیؑ کے سجدے کی تاثیر تھی

...ن جناب ریاض احمد خاں صاحب نیازی شکوہ آبادی ہیڈ کانسٹبل ریلوے پولیس دفتر آگرہ فورٹ آگرہ

...ل عبادت کتنی دامنگیر تھی / زیرِ خنجر بھی زبانِ شاہ پر تکبیر تھی
...ب خبر تھی شاہ کو جو قتل کی تدبیر تھی / بخششِ امت کی لیکن فکر دامنگیر تھی
...ا کو بھی نثارِ حضرتِ شبیرؑ تھی / پیاس سے لب خشک تھے اور حلق پر شمشیر تھی
...رتِ عباسؑ نے کس شان سے حملہ کیا / تھا علم اک ہاتھ میں اک ہاتھ میں شمشیر تھی
...ت عابدؑ گئے یوں کربلا سے شام تک / ہاتھ میں اونٹوں کی رسی پاؤں میں زنجیر تھی

کربلا میں گرم ریتی پر تھی اک بے سر کی نعش
کس نے دیکھی آنکھ سے جو حالتِ شبیرؑ تھی

جب زباں سوکھی دکھائی پیاس سے معصوم نے
جو نہ دیکھی جائے ایسی حالتِ بے شیر تھی

لٹ گئی کرب و بلا میں اک جوانی بے دریغ
جانبِ اکبر نگاہِ آسمانِ پیر تھی

کربلا میں دیکھتے تھے لوگ اکبر کا جمال
اے سبحان اللہ، رسول اللہ کی تصویر تھی

دبدبہ شبیرؑ کا کرب و بلا میں الاماں
تھا نگاہوں میں جلال اور ہاتھ میں شمشیر تھی

ہم ترستے ہیں زیارت کیلئے کب سے ریاض
جانتے ہم بھی کربلا ایسی کہاں تقدیر تھی

رہبر۔ جناب سید رفعت حسین صاحب رضوی اکبرآبادی تلمیذ حضرت مقدس اکبرآبادی ایم اے بی

موسنو ابنِ علیؑ کی کونسی تقصیر تھی
پیاس سے مرتے تھے بچے بے ردا ہمشیر تھی

ظلم کی حد ہو گئی تھی عابدِ بیمار پر
طوق گردن میں پڑا تھا پاؤں میں زنجیر تھی

جب لگی اکبر کے برچھی اور شہ پہونچے قریب
خاک پر دیکھا تڑپتی چاند سی تصویر تھی

اپنی امت کی جفا کو اے محمدؐ دیکھتے
بے کفن سبطِ نبی تھے بے ردا ہمشیر تھی

جب چلا شبیرؑ کی گردن پہ خنجر شمر کا
آ گئی خیمہ سے باہر زینبِ دلگیر تھی

تیر تو نے اصغرِ ناداں کے مارا کس لئے
حرملہ تو ہی بتا بچہ کی کیا تقصیر تھی

خط میں صغرا نے لکھا تھا پیارا اصغر کیلئے
کس قدر بے چین رہبر خواہرِ بے شیر تھی

رشک۔ جناب ماسٹر عبدالسعید صاحب اکبرآبادی

اک اسیرِ بےنوا کی اور کیا تقریر تھی
تھا اثر ہر لفظ میں ہر بات پر تاثیر تھی

طرفہ تر سب سے نمازِ حضرتِ شبیرؑ تھی
اللہ اللہ تھا زباں پر حلق پر شمشیر تھی

بندگی ہے ان کی معراجِ دو عالم ہو گئی
رفعتِ کونین وقفِ سجدۂ شبیرؑ تھی

پھر سُنے کعبہ کی طرف سبطِ نبی واپس ہوئے
خاکِ دشتِ کربلا بھی کتنی دامنگیر تھی

عابدِ بیمار کی بیچارگی کو دیکھ کر
رنج سے پُر آب چشمِ حلقۂ زنجیر تھی

دردوالوں کے لیئے ہے وجہِ نازش آج تک
وہ زمیں جو سجدہ گاہِ حضرتِ شبیرؑ تھی

جگمگا اُٹھی حقیقت سجدۂ شبیرؑ سے
اس قدر ان کی جبینِ ناز پہ تنویر تھی

ب اسیرِ بے نوا سمجھے تھے جس بیمار کو
حُریت حاصل اسے زنجیر در زنجیر تھی

ٹنے والوں سے پوچھے کوئی وہ کیا لیگئے
غیرت و صبر و تحمّل دولتِ شبیرؑ تھی

اپنا دامن جھاڑ کر سبطِ نبی رخصت ہوئے
سلطنت دشمن کی گردِ دامنِ شبیرؑ تھی

خاک پر گر کر فرازِ عرش تک پہونچا دیا
رفعتِ اسلام زیرِ گردنِ شبیرؑ تھی

کیوں نہ ہوتا پھر جہاں میں عرش پر اس کا دماغ
تھی جبینِ رشک اور خاکِ درِ شبیرؑ تھی

رضی۔ جناب منشی رضی الدین خاں صاحب رضا اکبر آبادی تلمیذ حضرت ندا اکبر آبادی

کیا ہی اے کوفیو سادات کی توقیر تھی
بے کفن سبطِ نبی تھے بے ردا ہمشیر تھی

کربلا کا ذرّہ ذرّہ جس نے روشن کر دیا
روشنی ماہِ امامت کی وہ عالمگیر تھی

کیسے کوئی بات گھٹ جاتی امامِ پاک کی
حکم حق کے تحت میں سب آپکی تقریر تھی

مدح خوانوں میں حسینؑ ابن علیؑ کے اے رضی
شکر ہے معبود کا شاملِ مری تقدیر تھی

زاہد۔ جناب سید زاہد حسین صاحب نقوی سلطانپوری ثم اکبر آبادی مصنف صحیفۂ غم تلمیذ حضرت مصطفےٰ اکبر آبادی مدظلہ العالی

اب ہو جز شکرِ خدا شہ کے نہ کچھ تقریر تھی
بس دعائے بخششِ امت تہِ شمشیر تھی

طوق گردن میں تھا دوہری پاؤں میں زنجیر تھی
شام جانے کی یہ شکلِ عابدؑ دلگیر تھی

کس قدر بےچین روحِ شاہِ خیبر گیر تھی
حلق پر شبیرؑ کے جب شمر کی شمشیر تھی

بیعتِ فاسق جو کر لیتے حسینؑ ابن علیؑ
ہم گنہگاروں کی بخشش کی کہاں تدبیر تھی

دشمنانِ دیں بھی روئے تھے جوانا مرگ پر
میتِ اکبر بھی کیا ارماں بھری تصویر تھی

ذبح کرتے ہیں جو حیواں کو پلا دیتے ہیں آب
قتل پیاسا کر دیا یہ حرمتِ شبیرؑ تھی

آگے آگے سر تھے نیزوں پر شہیدوں کے تمام
اور پیچھے سر برہنہ عترتِ شبیرؑ تھی

پا برہنہ شام میں کانٹوں پہ چلوایا گیا
ظالموں کیا عابدِ بیمار کی تقصیر تھی

اہلِ مجلس ہو رہے ہیں بیقرار و بے حواس
کیسی پُر درد و الم زارؔ تری تقریر تھی

زارؔ - جناب سید مرتضیٰ حسینؑ صاحب شاہ گنج آگرہ

زلفِ اکبرؑ سورۂ واللیل کی تفسیر تھی
روئے روشن سورۂ والشمس کی تنویر تھی

آسماں سے خون برسا ہو کا عالم ہو گیا
جب گلوئے شاہِ دیں پر شمر کی شمشیر تھی

لاشِ اکبر پر یہ نوحہ حضرتِ زینب کا تھا
ظالمو یہ تو رسول اللہ کی تصویر تھی

حضرتِ عابدؑ سے پوچھے کوئی عالم یاس کا
ہاتھ پر لاشِ سکینہ پاؤں میں زنجیر تھی

کون کہتا ہے شہادت سے نتیجہ کیا ہوا
اے مسلمانو تمہارے دین کی تعمیر تھی

حضرتِ شبیرؑ کیا کم تھے ستانے کیلئے
حرملہ یہ تو بتا بچہ کی کیا تقصیر تھی

رو کے حضرت نے پکارا حضرتِ عباسؑ کو
خاک پر رکھی ہوئی جب میتِ بے شیر تھی

غیظ میں عباسؑ آئے گونج اٹھا سارا مکاں
کس بلا کی ظالمِ بے پیر کی تحریر تھی

غیظ میں عباسؑ غازی نے جو کھینچی میان سے
ذوالفقارِ حیدری کی دوسری تصویر تھی

...ن آنکھوں سے دیکھا چرخِ کج رفتار نے — بے کفن سبطِ نبی تھے بے ردا ہمشیر تھی

...ہرا۔ اہلیہ جناب سید غلام علی صاحب سکریٹری بزم ادب شاہ گنج آگرہ

...ن دعشرت کی یزیدی فوج میں تکثیر تھی — اور حسینی فوج کی صبر و رضا جاگیر تھی

...ئے تا شام پیدل سید سجّادؑ کو — تھا گلے میں طوق بھاری پاؤں میں زنجیر تھی

...ر بھائی پہ اپنے دونوں بیٹوں کو نثار — کیسی شیدائے برادر زینبؑ دلگیر تھی

...یں آلِ عبا کو جانتے تھے بے ردا — اُن کے چہروں پر نمایاں چادرِ تطہیر تھی

...ھ کر حرملہ مارا علی اصغر کو تیر — کیا خطا معصوم کی بچہ کی کیا تقصیر تھی

...راس حیدرؑ روز زہرا کیا اُمت نے ہائے — روزِ عاشورہ فرشتوں میں یہی تقریر تھی

...ے زہرا کیوں رہے قائم زمین و آسماں — بے کفن سبطِ نبیؐ تھے بے ردا ہمشیر تھی

...ر بنتِ جناب سید افضل حسین صاحب نقوی بی۔ اے انسپکٹر دفاتر سرکاری یو۔ پی آگرہ

...ے سلامی خونِ ناحق کی عجب تاثیر تھی — بعدِ قتلِ شاہ خاکِ کربلا اکسیر تھی

...ر اولی فدا صبر و رضائے شاہ پر — بہرِ امت کی دعا جب حلق پر شمشیر تھی

...ا دکھ رکھ لیا اسلام کا جس نے وقار — مو منو تھا وہ ذاتِ حضرتِ شبیرؑ تھی

...ی لیکن نہ چھوڑی شاہ نے راہِ رضا — زیرِ خنجر بھی زبانِ پاک پر تکبیر تھی

...ر کڑیل جواں کی کہتے تھے رو کر حسینؑ — اے شبیہِ مصطفٰےؐ کیا چاند سی تصویر تھی

...راضی رضائے حق پہ تھی بھائی بہن — بے کفن سبطِ نبیؐ تھے بے ردا ہمشیر تھی

...ظلمت سے نکلا حُر تو دیکھا نورِ حق — مل گئی راہِ جناں کیا اوج پر تقدیر تھی

حیف ہے کیوں تو نے کاٹا خشک حلقومِ حسینؑ
شمر بتلا شاہِ دیں کی کونسی تقصیر تھی

راہ میں عابد کو رکھنا ہر قدم دشوار تھا
طوق تھا بھاری گلے میں پاؤں میں زنجیر تھی

خشک لب کانٹے زباں میں رنگِ اصغر زرد تھا
پیاس سے ہے دگرگوں حالتِ بےشیر تھی

چونک کر لپٹے پدر سے اصغرِ تشنہ دہن
موت کا پیغام جب لائی صدائے تیر تھی

خاک پر بیدفن تھا دوشِ محمدؐ کا مکیں
اے فلک ابنِ علیؑ کی کیا یہی توقیر تھی

دیکھے تھے ظلم و ستم تو نے کہیں یہ چرخِ پیر
ننگے سر بلوے میں بنتِ صاحبِ تطہیر تھی

اپنے مداحوں کو زہرا خود بچالیں گے حسینؑ
کس لئے بخشش کی تجھ کو فکرِ دامنگیر تھی

سنحا۔ جناب منشی لکشمی نرائن صاحب بی۔اے پنشنر سٹی مجسٹریٹ جلیسر

کربلا کی مجرئی تقدیر کیا تقدیر تھی
مل گئے شبیرؑ اسے یہ عاشقِ شبیر تھی

ہے کے کوثر والے کیا دنیا میں پانی چاہیے
قطع حجت کو فقط شبیرؑ کی تقریر تھی

کربلا کے سانحے کا راز ہے حشرِ یزید
اُس کی قسمت کا بُرا ہو جس میں یہ تحریر تھی

ظلم ناحق کی ذرا نیرنگ بازی دیکھنا
حق پہ قائم تھے امامِ دیں کی یہ تقصیر تھی

سب نے دیکھا شہ نے جو سر راہِ دیں میں دیدیا
یہ حقیقت میں یزیدی ظلم کی تشہیر تھی

اک ابوجہل اک یزید اس طرح کے بدبخت تھے
ان کے حق میں ہر دعا ہر طرح بےتاثیر تھی

یہ ہے دنیا دیکھ کر اسکو نہ یاد آیا خدا
صورتِ اکبرؑ کی نبیؐ کی ہو بہو تصویر تھی

رات بھر ساقیٔ کوثر کی زیارت تھی نصیب
یادِ سقائے سکینہ میں یہ کیا تاثیر تھی

جب قرآں میں آچکا تھا آزمائیں گے تمہیں
کربلا میں جو ہوا قرآن کی تفسیر تھی

فطرتِ شوقِ شہادت کی ذرا حد دیکھنا
تشنگی اصغر کی کیا تھی تشنگی

[illegible] دیں پیشِ خدا جب محوِ سجدہ ہو گئے
روبہ رو یہ ایک حسن و عشق کی تصویر تھی

[illegible] ن والے پر فقط حُر کو تو ہونا تھا نثار
آپ یوں کہہ لیجئے فردوس کی تدبیر تھی

[illegible] لا کا سانحہ حیراں ہوں کیونکر ہو گیا
حیف تو یہ ہے جب اتنی حشر میں تاخیر تھی

[illegible] نظر آئی ہیں بھی خواب میں بزمِ حسینؑ
کیا کہیں تم سے سخاں کی جو وہاں توقیر تھی

سحرؔ۔ جناب سید جرار حسین صاحب اکبر آبادی

[illegible] ب دوشِ نبیؐ کی کیا یہی توقیر تھی
سینہ پہ پائے لعیں تھے حلق پر شمشیر تھی

[illegible] غیرت نہ آئی اے عرب وا تو تمھیں
بے کفن سبطِ نبی تھے بے ردا ہمشیر تھی

[illegible] گئے تھے کربلا سے شام تک زین العبا
طوق گردن میں پڑا تھا پاؤں میں زنجیر تھی

[illegible] وار حرملہ کیوں حلق پر معصوم کے
کیا سوالِ آب بھی ظالم کوئی تقصیر تھی

[illegible] بیمار کو دُرے لگاتے تھے لعیں
یہ دوائے درد کی شاید کوئی تدبیر تھی

[illegible] میں تھا جشنِ صبحِ عید گویا اے سحرؔ
بے ردا بلوہ میں ہائے عترتِ شبیرؑ تھی

[illegible] ل۔ جناب سید حسن امیر صاحب نقوی حیدر آبادی تلمیذ جناب سید مقصود حسین صاحب نقوی وفا لکچرار ٹریننگ کالج آگرہ

[illegible] کے دشت میں مہماں کی یہ توقیر تھی
شمر سینہ پر تھا اور گردن تہِ شمشیر تھی

[illegible] اندام تھا عابدِ بیمار کو چلنا محال
طوق وزنی تھا گلے میں پاؤں میں زنجیر تھی

[illegible] مصطفےٰ اور زیرِ خنجر الاماں
یہ مکمل ظلم کی وہ صبر کی تصویر تھی

[illegible] قیامت خیز دن عاشور کا تھا ہی غضب
بے کفن سبطِ نبی تھے بے ردا ہمشیر تھی

دیکھتے کیا روئے انورِ بیبیوں کا وہ لعیں
نور کی چہروں پہ سب کے چادرِ تطہیر

اُس طرف حملہ یہ حملہ تھا شہ دلگیر پر
اُمتِ جد کی یہاں اصلاح کی

ایک دو غم ہوں تو ممکن ہے کہ سہہ بھی لے بشر
گھر لٹا کر صبر کرنا ہمتِ شـ

تھا زبانِ پاک پر شکرِ الٰہی اور اُدھر
ہر طرف سے بارشِ سنگ و سنان

روضۂ شاہِ ہدا کی گر زیارت ہو گئی
صاف کہدوں گا کہ زور آور بہت

شاہِ دیں سجدہ میں اور خنجر بکف شمرِ لعیں
پوچھ تو سائل نبی زادہ کی کیا نقد

ساجد۔ جناب بندو خاں صاحب باغبانوی ٹیلر ماسٹر سرائے خوا

جب چلے خیمہ سے سرور مضطرب ہمشیر تھی
سر نگوں سجادؑ نالاں بانوئے د

چھو گئی جس سے ذرا وہ اُسکے ٹکڑے ہو گئے
ذوالفقارِ حیدری تھی برق یا شـ

لیکے خط صغرا کا پہونچا رن میں کب ناقہ سوار
لاشۂ اکبر تھا اور ہمشیر کی

چہرۂ شبیرؑ خاکہ کیمیائی نور کا
صورتِ اکبر رسول اللہ کی نقـ

ایک ہی سجدہ میں اُمت بخشوا دی شاہ نے
دیکھ ساجد یہ نمازِ حضرت

سماعت۔ جناب سید سماعت حسینؑ صاحب رضوی اکبرآ

بادشاہِ دین و دنیا کے لئے زنجیر تھی
کیا یہی جرمِ ستم سجادؑ کی

کربلا میں کر دیا پامال جس کی لاش کو
وہ مسلمانوں کلام اللہ کی

شاہ نے روکر کہا اب کیا کریں گے جی کے ہم
لاشۂ اکبرؑ نہ تھا یہ میتِ

جس جواں کر بیل کا دل برچھی سی تھا چھید اگیا
وہ مسلمانو رسول اللہ کی نقـ

جس کا سر کھلنے سورج بھی نہ نکلا اے فلک
بے ردا ہوے میں وہی زینبؑ دلگیر تھی

شمر نے کچھ نہ سوچا کان زخمی کر دیئے
نازکی پالی ہوئی یہ دخترِ شبیرؑ تھی

اس طرح لیکر گئے اہلِ حرم کو شام میں
اک رسن بارہ گلے گُل عترتِ شبیرؑ تھی

کس طرح سر ڈھانپتی بازار میں بنتِ علیؑ
بے کفن بے گور اب تک میتِ شبیرؑ تھی

بخششِ اُمت کی خاطر آہ کیا کیا ہو گیا
بے کفن سبطِ نبی تھے بے ردا ہمشیر تھی

کچھ نہ کچھ ہوگی سماعت ذاکروں میں آ گئے
اُس سخی تک پہونچنے کی بس یہی تدبیر تھی

سیفی - جناب محمد سمیع المحسن صاحب متھراوی

کربلا میں یہ نبیؐ کی آل کی توقیر تھی
روزِ عاشورہ کُھلے سر شاہ کی ہمشیر تھی

کامیابِ عشق ذاتِ حضرتِ شبیرؑ تھی
محوِ دیدِ یار تھے گردن تہِ شمشیر تھی

ذاتِ پاک ابنِ حیدرؑ بعد قتلِ اقربا
بیکسی کی ایک جیتی جاگتی تصویر تھی

جذبۂ شوقِ شہادت میں تھیں سب سختیاں
ورنہ کیا آہِ شہِ مظلوم بے تاثیر تھی

مال و دولت کی ہوس میں کچھ نہ سمجھے اشقیا
خاکِ نعلینِ حسینؑ ابنِ علیؑ اکسیر تھی

عابدِ بیمار پر کیا ظلم اعدا نے کیے
طوق گردن میں تھا بھاری پاؤں میں زنجیر تھی

نور کا پتلا تھا فرزندِ حسینؑ ابنِ علیؑ
شکلِ اکبر قدِ بے سایہ کی اک تصویر تھی

کتنا درد انگیز منظر یومِ عاشورہ کا تھا
بے کفن سبطِ نبی تھے بے ردا ہمشیر تھی

جان دی شہ کی رفاقت میں ہوا جنت مقام
یہ حُرِ غازی کی سیفی خوبیٔ تقدیر تھی

شایاں۔ جناب جگدیش پرشاد صاحب۔ تلمیذ حضرتِ ادیب لکھنوی

وہ پیاسے ہی رہے کیا گردشِ تقدیر تھی
شرحِ رازِ زندگانی جن کی ہر تدبیر تھی

گل چراغِ احمدی کرنے کی جو تدبیر تھی
شمعِ ایماں کی وہ اک بڑھتی ہوئی تنویر تھی

کوئی بھی اپنا نہ تھا جب ہو گئے حضرت شہید
یاس و مایوسی کی جیتی جاگتی تصویر تھی

چھوڑ دینے کے سوا صغریٰ کے کچھ چارہ نہ تھا
یوں تو بیٹی کی محبت اُن کی دامنگیر تھی

سُرخروئی کی شہادت تھی یہ اندازِ خموش
بے کفن حالانکہ نعشِ حضرتِ شبیر تھی

سامنے بندوں کے زورِ غیب کیا کرتے عیاں
بات یہ اُنکی نظر میں قابلِ تحقیر تھی

باپ کے ہاتھوں پہ وہ معصوم بچہ ہو شہید
جس کی ہستی نورِ عینِ حضرتِ شبیر تھی

جادۂ مذہب میں اہلِ بیت کا ہونا نثار
عقدہ ہائے دیں کی وہ اک مختصر تفسیر تھی

ناتوانی۔ شدتِ تپ اور تھا دردِ فراق
یہ غضب گردن میں طوق اور پاؤں میں زنجیر تھی

لڑ رہے تھے اکبرِ معصوم جب میدان میں
اُس گھڑی کیا حالتِ صبرِ دلِ شبیر تھی

شمیم۔ جناب کنور سید محمد قاسم علیخاں صاحب ولیعہد ریاست بندراول ضلع بلند شہر

عترتِ محبوبِ حق کی ہائے یہ توقیر تھی
بے کفن سبطِ نبیؐ تھے بے ردا ہمشیر تھی

جنگ تھی عباس کی یا حیدری تصویر تھی
دوش پر مشک و علم اور ہاتھ میں شمشیر تھی

کربلا کے دشت میں یوں آئے شاہِ کربلا
حُر گریباں گیر تھا اور موت دامنگیر تھی

شاہ کہتے تھے کیا اکبر کو کیوں ناحق شہید
میرے نانا کی یہ جیتی جاگتی تصویر تھی

حرملہ سے پوچھئے یا حرملہ کے تیر سے
بے زباں تھا بے زباں بچہ کی کیا تقصیر تھی

سنگریزوں تک سے پایا استغاثہ کا جواب
اللہ اللہ کیا زبانِ شاہ میں تاثیر تھی

ہائے کیا ہوتا ہے ایسا بھی جہاں میں انقلاب
بوسہ گاہِ احمدِ مرسل تہِ شمشیر تھی

کربلا سے شام تک سجادؑ کو یوں لے گئے
طوق تھا نازک گلے میں پاؤں میں زنجیر تھی

شاہ لیکر آئے تھے ہاتھوں پہ اصغرؑ کو شمیم
کیا کہوں۔ قرآن پر قرآن کی تفسیر تھی

نوحہ۔ جناب ڈاکٹر سید سخاوت علی صاحب جعفری اکبرآبادی جانشینِ جناب رئیس مرحوم

نعش اکبر پہ یہ فریادِ شہِ دلگیر تھی
جس پہ واجب ہے درود اُس کی یہ اک تصویر تھی

اُس کے آگے تیغ تھی اور گردنِ شبیرؑ تھی
چاہنے والی زیادہ ماں سے جو ہمشیر تھی

کربلا میں ظلمِ اعدا سے وہ صورت مٹ گئی
جو رسولِ حق کی جیتی جاگتی تصویر تھی

ر سے نکلا ہوا نوری ملا خلدِ بریں
اللہ اللہ حُر کی بھی تقدیر کیا تقدیر تھی

کربلا میں کر گئے وہ بھی حسینِؑ تشنہ لب
بخششِ امت کی جو سب سے بڑی تدبیر تھی

ے ردا ہوئے ہیں بازاروں میں اور دربار میں
بیٹیاں اُس کی جو بی بی صاحبِ تطہیر تھی

ے ہاتھوں سے چھپایا مُنہ چھپاتی کیوں نہ مُنہ
دخترِ شبیرؑ آخر دخترِ شبیرؑ تھی

سینکڑوں تیغیں ہزاروں تیر اور جسمِ حسینؑ
روتے ہیں جس کے تصور میں یہ وہ تصویر تھی

کو شادی کی تمنا مرنے کی اکبرؑ کو دھن
سارا گھر تھا اک طرف اور اک طرف تقدیر تھی

ے پھر اپنے تھے پابندِ وفا تھے غیر تک
الفتِ شبیرؑ اُن کے پاؤں کی زنجیر تھی

نکاری میں آتی تھی ترائی کی ہوا
چل رہی تھی جو سوئے شہ وہ ہوائے تیر تھی

ے دل ہی پیاس میں کھا گئے تیغیں حسینؑ
یہ جنابِ فاطمہؑ کے دودھ کی تاثیر تھی

کھڑی تھی کہ جیتے جی نہ بابا سے ملی
ہائے صغریٰ تیری بھی تقدیر کیا تقدیر تھی

کھینچ دیں اے شوخ چودہ صورتیں سب ایک سی
خامۂ قدرت کی یہ اک ندرتِ تحریر تھی

شفیقؔ ۔ جناب شفیق احمد صاحب اکبر آبادی

ہائے کیا شانِ نمازِ حضرتِ شبیرؑ تھی
بخششِ امت بوقت ذبح دامنگیر تھی

دم کے دم میں ساری دُنیا چھوڑ دینا تھا محال
حُر کو لیکن ملنے والی خلد کی جاگیر تھی

اب اسی جمہوریت کا ہے محافظ کل جہاں
کربلا والے شہیدوں کی جو کل تقصیر تھی

کربلا کے نام سے مشہور جس کو کر دیا
انتہائے شوقِ ابراہیمؑ کی تعبیر تھی

گھر لُٹا یا سر کٹایا اُف نہ کی تو نے حسینؑ
دل میں تیرے جذبۂ اسلام کی توقیر تھی

سورۂ یوسف پڑھی جاتی تھی نیزہ پر شفیقؔ
یا وہی تفصیل معراجِ سرِ شبیرؑ تھی

شفاؔ ۔ جناب ڈاکٹر سید محمد حسینؑ صاحب باغبانوی گوالیاری

رباعی

خدا نہ کردہ اگر شاہِ کربلا پھر جائے
یہ حسنِ ربط کہ پھرتے ہی مرتضیٰؑ پھر جائے
جو مرتضیٰ علی پھر جائے تو رسول پھریں
رسول جس سے پھریں اے شفاؔ خدا پھر جائے

سلام

اے سلامی یہ جمالِ شاہ کی تاثیر تھی
کربلا کی ظلمتوں میں نور کی تنویر تھی

کس سے نسبت دیں کہ کیسی صورتِ شبیرؑ تھی
دینِ حق کی ایک جیتی جاگتی تصویر تھی

ذرہ ذرہ شاہ کی للکار سے جنبش میں تھا
ہر صدا میں اک صدائے صور کی تاثیر تھی

رکھ دیا سر خود جو دیکھے بھاگتے بیدل سوار
مرحبا یہ جذب۔ کیا خودداریٔ شبیرؑ تھی

ربلا کی خاک یوں سانی لہو میں شاہ نے
ابنِ جد کے لیئے درکار اک تعمیر تھی

ں محرم کو بوقت عصر اک لب پر تو دم
دوسرے لب پر صدائے نعرۂ تکبیر تھی

ن ہے رضواں نے اتنا بھی نہ پوچھا اے شفا
یہ کمالِ ماتمِ شبیر کی تاثیر تھی

وکت۔ جناب شیخ شوکت علی صاحب تلمیذ جناب موتی لال صاحب سوداگر شاہ گنج آگرہ

ب یہ سبطِ مصطفٰے کے منہ تو تکبیر تھی
جب ادھر واں شمرِ لعیں کی حلق پر شمشیر تھی

دیا برباد تو نے حاکمِ کوفہ جسے
مصحفِ روئے نبی کی ایک یہ تنویر تھی

کے دربار میں سر شہ کا زینب نے کہا
ہائے ظالم یہ قرآنِ پاک کی تفسیر تھی

ن گئی کربلا میں کوفیوں کے ہاتھ سے
بعد حضرت جو رسول اللہ کی تصویر تھی

ر کھلے زینب تھی رن میں شہ کا سر نیزہ پہ تھا
بے کفن سبطِ نبی تھے بے ردا ہمشیر تھی

کھینچ لائی سوئے جنت ناریوں کے غول سے
واہ کیا اے حضرتِ حر آپ کی تقدیر تھی

ی سزا پانی کے بدلے تیر کی فوجِ لعیں
کونسی ننھے مجاہد کی بھلا تقصیر تھی

ا شاداب اب تک سبز ہے باغِ نبی
خون میں آلِ محمد کے عجب تاثیر تھی

شوکت عاصیوں کے روزِ محشر آئی ڈھ
فاطمہ کے مہر میں بخشش کی جو تحریر تھی

شفا۔ جناب ڈاکٹر سید منظور حسن صاحب جعفری بھرتپوری

ربلا تک پلٹ آنے کی یہ تدبیر تھی
اس لیئے ہی کربلا میں سب یہ دار و گیر تھی

ن کہتا ہے کہ بیڑی پاؤں میں عائد کی تھی
پاؤں میں اسلام کے وہ کفر کی زنجیر تھی

لا کے باب میں اس ذہنیت کا کیا جواب
نے تو قاتل کی نہ کچھ مقتول کی تقصیر تھی

فوج اعدا میں مسلمانوں کی یہ حالت ہوئی
سن کے حضرت کی رجز اک شرم دامنگیر تھی

لشکرِ باطل میں تھے گو حافظِ قرآں بہت
ایک حُر تھا۔ کیا سمجھ تھی اسکی کیا تقدیر تھی

ہائے یہ عریانیٔ آلِ عبا عاشور کو
بے کفن سبطِ نبیؐ تھے بے ردا ہمشیر تھی

مار ہی ڈالا نبی کی شکل والا نوجواں
یہ نبی کی شان تھی امت میں یہ توقیر تھی

قطعہ

کربلا والو خدا جنت ہی میں رکھے تمہیں
یہ تمہارا ہی تدبر حوصلہ تدبیر تھی

کر گئے وہ کام دنیا یاد رکھے گی مدام
صفحۂ تاریخ پر یہ خون کی تحریر تھی

رنگ لایا کربلا کی خاک میں خونِ حسینؑ
ہر مرض کے واسطے خاکِ شفا اکسیر تھی

شبّر جناب سید غلام شبّر صاحب رضوی کندرکھوی اسسٹنٹ ماسٹر شعیبیہ ہائی اسکول

نعرۂ اللہ اکبر کی عجب تاثیر تھی
شرک کی دنیا ہلا دی جس نے وہ تکبیر تھی

حق نما عالم میں یارب کس کی یہ تصویر تھی
ذرہ ذرہ بول اٹھا وہ صورتِ شبیر تھی

جگمگا دی دین کی دنیا نبی کے لال نے
کیوں نہ ہو۔ نورِ رسالت کی وہ اک تنویر تھی

ظلم کی دنیا تری مظلومیت سے مٹ گئی
اے مدبر دینِ حق کے واہ کیا تدبیر تھی

بن گئی اکسیر تیری خاک اے دشتِ بلا
یہ قدومِ حضرتِ شبیرؑ کی تاثیر تھی

خانہ کعبہ میں دوشِ مصطفیٰؐ پر تھے علیؑ
قابلِ دیدار یہ بے مثل اک تصویر تھی

بت گرائے یوں علیؑ نے یوں کیا کعبہ کو پاک
کلمۂ طیب کی جیسے ایک یہ تصویر تھی

ظلم سے بیدین کبھی حقدار ہو سکتا نہ تھا
دینِ حق سبطِ رسول اللہ کی جاگیر تھی

کون یہ کعبہ میں آیا گر گئے سجدے میں بت
اے نصیری کے خدا کیسی تری تصویر تھی

جنبشِ لب نے الٹ دیں فوج اعدا کی صفیں
بے زبانیٔ اصغرِ ناداں کی کیا شمشیر تھی

...بے زباں بے شیر بے آب و غذا معصوم تھا | حرملہ سے پوچھتے اصغر کی کیا تقصیر تھی
...نی محمدؐ کی جھلک شبیرؑ و شبرؑ میں تمام | ایک ہی جلوہ کی یہ چاروں طرف تنویر تھی
...شبرؑ و شبیرؑ کی الفت میں جنت یوں ملی | جیسے اسے شبر مرے حصہ کی یہ جاگیر تھی

...شفیع۔ جناب محمد شفیع صاحب اکبر آبادی محررِ مولوی محمد ابراہیم صاحب ایڈوکیٹ آگرہ تلمیذ حضرت ساغر مدظلہ العالی

...ک سے انسان کی اس واسطے تعمیر تھی | خاک تھی تقدیر اُس کی خاک پھر تدبیر تھی
...بے خطا ہونے کا اُن پر کربلا میں جرم تھا | اور یہ سب بے گنہ تھے اس لیے تعزیر تھی
...ل صبر و رضا ذاتِ شہ کرب و بلا | دیکھئے کتنی بڑی سرکار کی جاگیر تھی
...سے آپ کو باہر نہ ہونے ہی دیا | ہائے خاکِ کربلا کیا اُن کی دامنگیر تھی
...ن ہے دنیا میں اب ایسا بہادر اے شفیع | بے نظیرِ خلق بیشک ہمتِ شبیرؑ تھی

شمیم۔ جناب سید فیاض علی صاحب باغوی اکبر آبادی

...وں تھی ہتکڑی اور پاؤں میں زنجیر تھی | یا خدا یہ عابدِ بیمار کی تقدیر تھی
...ب کا حصہ شہادت آپ کی جاگیر تھی | کیوں نہ ملتی یہ امانت۔ آپ کی شبیرؑ تھی
...ا میں جان دینے آئے تھے سبطِ رسولؐ | جانتے تھے سب اسے یہ بات عالمگیر تھی
...دنیا میں کوئی شبیرؑ سا صابر نہیں | مٹ گئی جو صبر و استقلال کی تصویر تھی
...ہ ذکر راہِ حق میں داخلِ جنت ہوا | حُر بڑا تقدیر والا تھا بڑی تقدیر تھی
...کی ہمت تھی جو آتا سامنے شبیرؑ کے | ہاتھ میں شیرِ خدا کے ہاتھ کی شمشیر تھی
...ذرہ کربلا کا خون روتا تھا شمیم | یہ شہیدانِ وفا کے خون کی تاثیر تھی

شوق - جنابِ ماسٹر مشتاق حسین صاحب چاندپوری - صدر سیماب لٹریری سوسائٹی آگرہ

کفر کی تخریب تھی - اسلام کی تعمیر تھی | واردات کربلا کی - دو رخی تصویر
تھی خلافِ حق اور اپنی ظلم کی تشہیر تھی | شمر کی تدبیر بھی - توبہ - کوئی تدبیر
حرصِ دنیا ایک جانب تھی کہ دامنگیر تھی | دوسری جانب رضا و صبر کی تعمیر
ابتدا اسلام کی دورِ نبوت سے ہوئی | اور شہادت آخری اک آیۂ تعمیر
اہلِ کوفہ کچھ تمھیں معلوم ہے شبیرؑ کی | سرورِ کونین کی نظروں میں کیا توقیر
ایک نے حق کو نہ چھوڑا - دوسرے نے کفر کو | یہ بھی اک تقدیر تھی - اور وہ بھی اک تقدیر
خوبیٔ سیرت جدا جانے - مگر شکلِ حسینؑ | نور کے سانچے میں اک ڈھالی ہوئی تصویر
اشقیا کی بدنصیبی - کچھ نہ پایا اُس سے فیض | جس کی ہر ہر بات میں ہر قول میں تاثیر
جو شہادت حضرتِ شبیرؑ کو حاصل ہوئی | وہ شہادت فی الحقیقت - دین کی تعمیر
مرحبا صلِ علےٰ - ذوقِ شہادت شاہ کا | آرزوئے جاں نثاری تھی کہ دامنگیر
مٹ گئے خود ہی مٹانے والے اہلِ بیتؑ کے | اپنی قسمت خود الٹ دینے کی یہ تدبیر
امتیازِ حق و باطل کے سوا کوفہ میں شوق | مغفرت پیشِ نگاہِ حضرتِ شبیر

شائق - جناب محمد سلیمان صاحب اکبرآبادی تلمیذ حضرت مصطفےٰ مدظلہ العالی آگرہ

رباعی

اعدا نے تو کی جور و جفا کی تکمیل | شبیرؑ نے کی صبر و رضا کی تکمیل
فرزندِ نبیؐ کے حق پہ مٹ جانے سے | واللہ ہوئی دینِ خدا کی تکمیل

سلام

...ار کا کب خوف تھا کب خلد کی تدبیر تھی
اُلفتِ سبطِ نبی جب دل میں گوشہ گیر تھی

محضرِ شاہِ شہیداں پر وہی تحریر تھی
یعنی جو خوابِ خلیل اللہ کی تعبیر تھی

اللہ اللہ کیا نمازِ حضرتِ شبیرؑ تھی
سجدۂ خالق میں سر تھا حلق پر شمشیر تھی

...ن گئی وجہِ حیاتِ دینِ ختم المرسلیں
زیرِ خنجر جو لبِ شبیرؑ پر تکبیر تھی

...تِ وحشتناک میں کیوں ہو گئیں گلکاریاں
یہ شہیدانِ وفا کے خون کی تاثیر تھی

...ما شفاعت کا سہارا گردنِ عابدؑ کا طوق
کشتیٔ امت کا لنگر پاؤں کی زنجیر تھی

یعنی والشمس چہرہ مظہرِ واللیل زلف
صورتِ اکبرؑ تھی یا قرآن کی تفسیر تھی

الاماں یہ انقلابِ دہر یہ نیرنگیاں
بے کفن سبطِ نبی تھے بے ردا ہمشیر تھی

ہو گیا برباد زہراؑ کا مرقع دشت میں
بے مثال و بے بدل جس کی ہر اک تصویر تھی

اللہ اللہ پارۂ قرآنِ ناطق کا اثر
رو دیے اعدا خموشی میں بھی یہ تاثیر تھی

سینۂ ہمشکلِ پیغمبر تھا برچھی کے لیے
نذرِ پیکانِ ستمگر گردنِ بے شیر تھی

...نگی شائق غبارِ جادۂ کرب و بلا
خاک بھی شبیرؑ کے مشتاق کی اکسیر تھی

شبیر: جناب سید شبیر حسین صاحب نقوی سیباری شاگردِ علامہ حضرت آرزو لکھنوی

دوشِ غم سے سرنگوں جو شمر کی شمشیر تھی
یہ قتیلِ راہِ حق کے خون کی تاثیر تھی

کربلا میں آپ پر گذری ہی جو کچھ اے حسینؑ
خوابِ ابراہیم کی بے شک یہی تعبیر تھی

کیوں نہ کہتا ایک عالم مظہرِ آیاتِ حق
آپ تھے قرآنِ ناطق اور روش تفسیر تھی

جس نے دنیا کو بلایا مرکزِ توحید پر
وہ حسینی درس کی اک دلستاں تسخیر تھی

راہ دوزخ سے جدا ہوتے ہی جنت مل گئی
کس قدر حُرِ جری کی اوج پر تقدیر تھی

جس نے پھونکی روح تازہ پیکرِ اسلام میں
وہ حسینی صبر و استقلال کی تاثیر تھی

شاہ خطبہ پڑھتے تھے جنبش میں تھی لاشِ اقربا
فاطمہ صغرا کی کیا حسرت بھری تحریر تھی

ناریوں میں کس طرح رہتا حسینی جاں نثار
حُر کے حصہ میں ازل سے خلد کی جاگیر تھی

بے زباں معصوم نے پانی بھی تو مانگا نہ تھا
حرملہ تو ہی بتا اصغر کی کیا تقصیر تھی

پانی پانی ہو رہا تھا غم سے دل فولاد کا
حالتِ سجادؑ پر نالہ کناں زنجیر تھی

قید ہو کر حضرتِ زینبؑ گئیں دربار میں
اہلبیتِ مصطفٰےؐ کی کیا یہی توقیر تھی

آہ وہ شہزادیاں بلوے میں ننگے سر پھریں
جن کی معصومی پہ صدقہ چادرِ تطہیر تھی

اللہ اللہ انقلابِ دہر کی نیرنگیاں
بادشاہِ دو جہاں کے پاؤں میں زنجیر تھی

کربلا کی خاک نے پایا لقب خاکِ شفا
بے گنہ کے خون میں شبیرؑ کیا تاثیر تھی

صابر - جناب سید محمد حامد صاحب اکبر آبادی

آیۂ تطہیر والوں کی عجب توقیر تھی
بے کفن سبطِ نبی تھے بے ردا ہمشیر تھی

لائے تھے عابدؑ کو ظالم اس طرح دربار میں
طوق گردن میں پڑا تھا پاؤں میں زنجیر تھی

ہند آئی قید میں پہنے ہوئے زریں لباس
سر کھلے اس وقت ہائے شاہ کی ہمشیر تھی

دھوپ کی شدت سے کڑیاں اس طرح جلنے لگیں
پاؤں میں عابدؑ کے گویا آگ کی زنجیر تھی

مار کر برچھی علی اکبرؑ کے کہتے تھے لعیں
یہ وہی ہے جو رسول اللہ کی تصویر تھی

لے لعیں آئی نہ تجھ کو اس گھڑی بھی شرم و حیا
کیا طمانچوں کے لئے ہی دخترِ شبیرؑ تھی

صابر جس دم لے چلے سجادؑ کو کر کے اسیر
ہر قدم پر پائے عابدؑ چومتی زنجیر تھی

صبا۔ جناب خواجہ محمد امیر صاحب اکبرآبادی ہیڈ کلرک محکمہ تعلیم نسواں میونسپل بورڈ آگرہ

قید میں آزادیٔ اسلام کی تدبیر تھی — پاسبانِ حرّیت کے پاؤں میں زنجیر تھی

کربلا میں سرِّ حق مظلومیٔ شبّیر تھی — جس نے تقدیریں بدل دیں ایسی یہ تقدیر تھی

نور ضیائے حق شریکِ سجدۂ شبیرؑ تھی — اک تجلی تھی کہ زیرِ سایۂ شمشیر تھی

رنگ باطل کیا چڑھا سکتا کوئی اسلام پر — یہ حسینی خون سے کھینچی ہوئی تصویر تھی

اصغرؑ و اکبرؑ سے گھر شبیرؑ کا آباد تھا — اک علیؑ کی اک رسول اللہ کی تصویر تھی

مٹ گئی شبیرؑ سے ٹکرا کے خود شانِ یزید — قوتِ ایمان و حق ناقابلِ تسخیر تھی

اے صبا اک حال میں گذرے ہیں ماضی و حال — الفتِ شبیرؑ ہے اور الفتِ شبیرؑ تھی

صمد۔ جناب عبدالصمد صاحب اکبرآبادی تلمیذ جناب محمد سرفراز خاں صاحب وفا وارثی

سلام ان پر کہ جن کے حلق پر شمشیر تھی — جن کا حصّہ اللہ اللہ صبر کی جاگیر تھی

راہِ حق میں کٹ گیا سر کو قرباں ہو گئے — واہ کیسا صبر تھا کیا ہمتِ شبیرؑ تھی

قید میں رو کر سکینہ نے یہ عابدؑ سے کہا — میری قسمت میں رسن تھی آپکے زنجیر تھی

کر دیا شہ نے خدا کی راہ میں سر کو نثار — وادیٔ کرب و بلا کی خاک دامنگیر تھی

کس خوشی سے کر دیا قربان بیٹوں کو صمد — کیسی مجبورِ محبت زینبؑ دلگیر تھی

صدیق۔ جناب شیخ محمد صدیق صاحب اکبرآبادی تلمیذ جناب ندا اکبرآبادی

دہر میں ہو گیا باغِ نبی نذرِ خزاں — کج رویٔ چرخ کی کتنی بری تدبیر تھی

لاشِ اکبرؑ پہ کہا شہ نے کہ وہ بھی مٹ گئی
ہائے وہ جو کہ رسول اللہ کی تصویر تھی
حرملہ تیرا بُرا ہو کیا غضب تو نے کیا
پیاس سے سوکھی زبانِ اصغرِ بے شیر تھی
الفتِ نامِ امامِ پاک سے جاتی رہی
فکر جو صدیق کی مدت سے دامنگیر تھی

ضیا۔ جناب محمدؐ صادق صاحب بی۔اے۔ ایل ایل بی وکیل آگرہ

عشق میں سبطِ نبیؐ کے یہ عجب تاثیر تھی
جس طرف میں دیکھتا تھا غم کی اک تصویر تھی
اک طرف تھی بے نیازی اک طرف تھا کبر و ناز
اِک طرف عفو و کرم تھا اک طرف شمشیر تھی
کچھ برنگِ لالہ و گل کچھ بعنوانِ شفق
سو ادائوں سے فضائے دہر و صحرا گیر تھی
کربلا کی خاک پر انسان نے لوٹا انھیں
جن کے ہاتھوں میں ضیا اسلام کی تقدیر تھی

طاہر۔ جناب مرزا طاہر حسینؑ صاحب اکبر آبادی

رباعی

بصد نیاز شہنشاہِ ذوالمنن پہ سلام
بصد ہزار ادب بزمِ پنجتن پہ سلام
سلام سیکڑوں اہلِ حرم پہ ای طاہر
ہزار بار شہیدانِ خستہ تن پہ سلام

سلام

ہر چمن ماتم کدہ تھا ہر فضا دلگیر تھی
انتہائے ماتمِ شبیرؑ عالمگیر تھی
انتہائے ظلم تھا بے انتہا تقصیر تھی
بوسہ گاہِ مصطفےٰؐ اور شمر کی شمشیر تھی
شکلِ اکبرؑ اِک رسول اللہ کی تصویر تھی
صورتِ سرورِ خدا کے نور کی تنویر تھی
شمشیرِ تیغِ علی اکبرؑ سے ہلچل پڑ گئی
ذوالفقارِ حیدری گویا قضا کا تیر تھی

ہائے کن آنکھوں سے دیکھا تو نے اے چرخِ کہن
بے کفن سبطِ نبیؐ تھے بے ردا ہمشیر تھی

جب یہ چمکی آ کے مغرب میں تو مشرق میں گری
شاہ کی شمشیر میں کیا برق کی تاثیر تھی

چرخ گرنے کو جو آمادہ تو پھٹنے کو زمیں
حشر میں باقی ہی کیا تھا حکم کی تاخیر تھی

ہائے مجبوری کہ مر جانا بھی قابو میں نہ تھا
دل کے ٹکڑے کٹ رہے تھے مضطرب ہمشیر تھی

ایک تو معصوم اور پھر چھ مہینے کا مریض
حضرتِ سجادؑ کو بارِ گراں زنجیر تھی

باپ ابنِ سعد کا شیدائے آلِ مصطفےٰؐ
اور بیٹا دشمنِ دیں کس قدر تغییر تھی

کیا کہوں ظاہر حقیقت پر نظر جاتی ہے اب
سچ تو یہ ہے کربلا کی خاک دامنگیر تھی

عزم۔ جناب محمدؐ یوسف خاں صاحب اکبرآبادی

مجرئی رن میں نبیؐ زادوں کی یہ توقیر تھی
تیر تھا۔ برچھی تھی تلواریں تھیں اور زنجیر تھی

کیا بتاؤں کیا شبیہِ حضرتِ شبیرؑ تھی
نور سے کھینچی ہوئی اک نور کی تنویر تھی

حرملہ کا تیر تھا اور جانِ بے تقصیر تھی
باپ کی آغوش میں اک چاند سی تصویر تھی

محویت میں یوں نمازِ حضرتِ شبیرؑ تھی
سر جھکا تھا خاک پر اور حلق پر شمشیر تھی

کیمیا کی فکر میں کیوں ٹھوکریں کھاتا پھرا
اے مہوّس کربلا کی خاک ہی اکسیر تھی

سن کے آوازِ اذاں کیوں کانپ اٹھا ابنِ زیاد
اس سے پہلے بھی تجھے کچھ شرم دامنگیر تھی

فوجِ باطل سے نکل کر حق کی جانب آ گیا
واہ اے حُرِ جری کیا خوبیِ تقدیر تھی

اکبرؑ ذیجاہ کا صلِّ علیٰ کیا تھا جمال
ہو بہو گویا رسول اللہ کی تصویر تھی

سانپ بن کر ڈس گئی ہوتی یزیدی فوج کو
عابدِؑ بیمار کے پیروں میں جو زنجیر تھی

تن بھی زخمی، دل بھی زخمی، روح پر صدمہ نہ تھا
دیکھنے کی چیز رن میں ہمتِ شبیرؑ تھی

پس تہوّر نے بلائیں صولتِ عباسؑ کی
مشک کاندھے پر پڑی تھی ہاتھ میں شمشیر تھی

ہونٹ تیرے چومتی تھی موجِ کوثر آن کر
وائے کیا تشنہ لبی اے اصغرؑ بے شیر تھی

سر جھکا کر غم میں مرقد میں نکیرین آئے ہیں
وحشتِ آلِ پیمبرؐ کی بڑی توقیر تھی

عندلیب۔ جناب سید علی حسنینؑ صاحب اکبر آبادی

غیظ میں سبطِ نبیؐ تھے ہاتھ میں شمشیر تھی
دیکھنے والی وغا لیکن فقط ہمشیر تھی

ناصرانِ شاہِ والا کی عجب توقیر تھی
حوضِ کوثر ملک تھا خلدِ بریں جاگیر تھی

بن گئی اک پل میں جو بگڑی ہوئی تقدیر تھی
عفو کی سبطِ نبیؐ نے حُر کی جو تقصیر تھی

قوتِ عباسؑ کی شہرت وہ عالمگیر تھی
شیرِ حق کی ایک جیتی جاگتی تصویر تھی

عید کے دن خلد سے آیا لباسِ فاخرہ
پیشِ داور اس قدر شبیرؑ کی توقیر تھی

کس خطا پر تیر مارا گردنِ بے شیر پر
حرملہ بتلا تو ہی بچہ کی کیا تقصیر تھی

ٹھہرنا حُر کا تعجب تھا عدو کی فوج میں
اس کے حصہ میں ازل سے خلد کی جاگیر تھی

تیر کھا کر منقلب ہاتھوں پہ جب اصغرؑ ہوا
کیا بتاؤں اس گھڑی جو حالتِ شبیرؑ تھی

آسماں کو دیکھتے تھے اور کبھی سوئے خیام
اور کبھی شہ کی نظر میں میت بے شیر تھی

سر دیا شہ نے مگر گمراہ کی بیعت نہ کی
فاطمہ کے شیر کی واللہ یہ تاثیر تھی

ساربان زین العباؑ تھے شام کا بازار تھا
جانشینِ مصطفےؐ کی کیا یہی توقیر تھی

آگے آگے نیزۂ خونی پہ سر تھا شاہ کا
پیچھے پیچھے سر برہنہ اونٹ پر ہمشیر تھی

تھی رباب خستہ جاں اصغرؑ کے غم میں بیقرار
فرقتِ اکبر میں مضطر بانوئے دلگیر تھی

وقت کتنا سخت تھا آلِ نبیؐ پر عندلیب
بے کفن سبطِ نبیؐ تھے بے ردا ہمشیر تھی

عیاں جناب منشی نصیر محمد صاحب اکبرآبادی تلمیذ حضرت ندا اکبرآبادی

کیسی نیرنگی یہ تیری آسمان پیر تھی
بے کفن سبطِ نبیؐ تھے بے ردا ہمشیر تھی

وشہیدوں کی ازل کے دن سے دامنگیر تھی
اے زمینِ کربلا تیری بڑی تقدیر تھی

رنج و محنت کے لیئے یوں رو کے کہتے تھے حسینؑ
کیا خطا میری تھی کیا معصوم کی تقصیر تھی

کیوں بہا خون سبطِ پیغمبرؐ کا ابنِ قتال
کیا شہادت کی عبارت خون سے تحریر تھی

بے اجازت ان کے گھر روح الامیںؑ آتے نہ تھے
آستانِ شاہِ دیں کی اس قدر توقیر تھی

پیش دستی کو مقابل ان کے وہ آیا لعیں
جس عدوئے بے حیا کی موت دامنگیر تھی

واہ اکبرؑ کی جوانی واہ اکبرؑ کا شباب
ہو بہو شکلِ نبیؐ اک نور کی تصویر تھی

بخششِ امت کا وعدہ وہ شبِ معراج تھا
یہ شہادت اور رسالت عرش پر تحریر تھی

ہو گئے حضرت ذبیح اللہ شہادت سے عیاں
منزلت اس کی تو بہرِ حضرتِ شبیرؑ تھی

عزیز۔ جناب عبدالعزیز صاحب شمسی اکبرآبادی

آپ کو خالق سے الفت اس قدر شبیرؑ تھی
سر تھا سجدے میں جھکا اور حلق پر شمشیر تھی

عابدِ بیمار جب آئے دیارِ شام میں
طوق گردن میں پڑا تھا پاؤں میں زنجیر تھی

کوفیوں نے برچھیوں سے اسکو کر ڈالا شہید
جو محمدؐ مصطفےٰ کی ہو بہو تصویر تھی

کیوں نہ آتا زیرِ دامانِ حسینؑ ابنِ علیؑ
حُر کی قسمت میں ازل سے خلد کی جاگیر تھی

ہائے کیوں اصغرؑ کو بیجاں کر دیا بولے حسینؑ
دشمنی معصوم سے تجھ کو بتا کیا تیر تھی

کٹ گئے کشتوں کے پشتے حشر برپا ہو گیا
اک چھلاوہ تھی کہ رن میں شاہ کی شمشیر تھی

پھول سب باغِ رسول اللہ کے تجھ میں کھلے
اے زمینِ کربلا تیری بڑی تقدیر تھی

رن میں سب پر اکبرِؑ غازی ہی بھاری تھے عزیز
پہ رضائے کبریا کی پاؤں میں زنجیر تھی

عظمت۔ جناب ڈاکٹر عظمت اللہ خاں صاحب اکبر آبادی

رباعی

حضورِ قلب سے آ حق کی بندگی کریں
غمِ حسین کو بھی وقفِ زندگی کریں
بہا کے اشکِ وفا حبِ سبطِ احمدؐ میں
مٹائیں داغِ گنہ دور گندگی کریں

سلام

جب سلامی زیرِ خنجر گردنِ شبیرؑ تھی
منزلِ صبر و رضا میں حق نما تصویر تھی

ذبح سب آنکھوں کے آگے ہو گئے اور اُف نہ کی
مرحبا صلِّ علیٰ کیا ہمتِ شبیرؑ تھی

اہلِ قرآں گر ہو تم تو دیکھ لو میں کون ہوں
شہ کی میدانِ وغا میں فوج سے تقریر تھی

نوجواں اکبرؑ کی میت پر یہ کہتے تھے حسینؑ
کھو گئی وہ آج جو یٰسین کی تفسیر تھی

مل نہیں سکتی زمانے میں ہنوز ایسی مثال
درحقیقت وہ شہادت ایسی عالمگیر تھی

کھیلتی تھی تشنہ لب سے موجِ کوثر بار بار
اصغرِؑ معصوم کو جب جستجوئے شیر تھی

آبِ پیکانِ ستمگر سے بجھی اصغرؑ کی پیاس
خشک لبِ معصوم کو جو آرزوئے شیر تھی

ذبح مہماں کو کیا اعدا نے بے آب و طعام
اہلِ قرآں صورتِ قرآں کی یہ توقیر تھی

اہلِ کوفہ کی ریاکاری سے واقف تھے مگر
خطِ مسلمؑ کیا تھا گویا موت کی تحریر تھی

جائے مدفن شاہ کے زیرِ قدم ملتی اگر
بگڑی بنجاتی ہماری یہ کہاں تقدیر تھی

نقدِ جاں دیکر خریدیں گے متاعِ حریت
روزِ اول سے جلی حرفوں میں یہ تحریر تھی

حضرتِ شبیرؑ کے زیرِ قدم ملتی جگہ ایسی اسے عظمت کہاں اپنی بھلا تقدیر تھی

عطاؔ - جناب سید عطا حسنینؑ صاحب جعفری پھپھسری ثم اکبر آبادی

بعدِ شہ یہ عابدؑ دلگیر کی توقیر تھی طوقِ آہن تھا گلے میں پاؤں میں زنجیر تھی
دینِ احمدؐ کی حمایت شاہ کی تدبیر تھی بس یہی اک حضرتِ شبیرؑ کی تقصیر تھی
تین دن کی پیاس میں فوجِ خدا پر ظلم ہو دشمنانِ دینِ احمدؐ کی یہی تدبیر تھی
اک طرف فرزند کی رخصت سے تھے شہ بیقرار خیمۂ اطہر میں مضطر زینبؑ دلگیر تھی
دیکھتا تھا جو علیؑ اکبر کو پڑھتا تھا درود گویا شاہِ انبیا کی ہو بہو تصویر تھی
سننے والے بھی پریشاں حال آتے تھے نظر قید میں اس درجہ گریاں دخترِ شبیرؑ تھی
شہ کو آتا دیکھ کر میداں سے بھاگے تیر سے اس قدر فوجِ عدو پر ہیبتِ شبیرؑ تھی
کتنا پر آشوب تھا دورِ یزیدی اے عطاؔ بے کفن تپتی زمیں پر میتِ شبیرؑ تھی

عاجزؔ - جناب سید ابوالحسنؑ صاحب اکبر آبادی

ناخدائے کشتیٔ امت کی یہ تصویر تھی لب پہ قرآں۔ دل میں ایماں پاؤں میں زنجیر تھی
اللہ اللہ کیا ولائے شاہِ خیبر گیر تھی عقل و ایماں میں جلا اور قلب میں تنویر تھی
ذبح کرتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے حسین ہائے کیسی یاس افزا میت بے شیر تھی
جو رہا ہو بنکے اٹھارہ برس دل کا سکوں اُس جواں کی مرگ مرگِ حضرتِ شبیرؑ تھی
کربلا میں تین دن گزرے تھے بے آب و غذا اللہ اللہ مصطفےٰؐ والوں کی یہ توقیر تھی
ظالمو برباد کی اس کی جوانی کس لئے زلف جس کی سورۂ واللیل کی تفسیر تھی

موجزن تھیں جن کے دل میں آرزوئیں خلد کی ‌ ‌ ہیچ ان کے سامنے دنیا کی سب جاگیر تھی

صبح سے تا عصر گلِ شبیر کے سب کمھلا گئے ‌ ‌ اے ہوائے کربلا تجھ میں یہ کیا تاثیر تھی

مجھ کو ہو جاتی زیارت روضۂ شبیرؑ کی ‌ ‌ یاوری یہ ایسی کب عاجز مری تقدیر تھی

عباس۔ جناب سید غلام عباس صاحب ابنِ سید محمد علی صاحب نقوی البخاری

اے سلامی کیا ولائے شاہ کی تاثیر تھی ‌ ‌ میں تھا روضہ تھا ضریحِ پاک کی تنویر تھی

ہائے کیا انقلابِ دہر تھا اے مومنو ‌ ‌ بے کفن سبطِ نبی تھے بے ردا ہمشیر تھی

حضرتِ شبیرؑ اور زینبؑ میں تھا اتنا ہی فرق ‌ ‌ وہ تو تھے قرآنِ ناطق اور یہ تفسیر تھی

کیا تقابل کوفیوں کا اور سپاہِ شاہ کا ‌ ‌ وہ شرارے نار کے یہ نور کی تنویر تھی

مرتے دم تک مرضئ خالق پہ راضی تھے حسینؑ ‌ ‌ زیرِ خنجر حلق تھا وردِ زباں تکبیر تھی

بعد میرے صبر کو ہرگز نہ دینا ہاتھ سے ‌ ‌ وقتِ رخصت یہ بہن سے شاہ کی تقریر تھی

تازیانہ ظلم کا ظالم لگائیں پشت پر ‌ ‌ بھائی کے لاشے پہ رونے کی یہی تعزیر تھی

چھین لیں اُن کی ردائیں کربلا میں شمر نے ‌ ‌ شان عالی شان میں جن کی آیۂ تطہیر تھی

کیا نرالی شان سے سقائے شہ رن کو چلے ‌ ‌ دوش پر مشک و علم اور ہاتھ میں شمشیر تھی

بدلے پانی کے لگایا تیر نازک حلق پر ‌ ‌ حرملہ کیا اصغرِ معصوم کی تقصیر تھی

لائے سجادِؑ حزیں کو اس طرح دربار میں ‌ ‌ طوقِ آہن تھا گلے میں پاؤں میں زنجیر تھی

ہے یہ مداحئ شاہِ کربلا ہی کا صلہ ‌ ‌ ورنہ کب یہ لائقِ بزمِ ادب تحریر تھی

کیوں نہ اے عباس غم اس کا ہمیں ہو رات دن

ہند واپس لائی مجھ کو کیا بُری ہی تقدیر تھی

غفّار - جناب عبدالغفار صاحب اکبر آبادی

زندگی اور موت زیرِ قدرتِ شبیرؑ تھی
زیست دامن چومتی تھی موت دامنگیر تھی

قبلہ رو سجدہ تھا محرابِ خمِ شمشیر تھی
اللہ اللہ کیا نمازِ حضرتِ شبیرؑ تھی

کربلا میں لٹ رہے تھے اہلِ بیتِ مصطفےٰ
کوفیوں کے ہاتھ تھے اور دولتِ شبیرؑ تھی

کربلا والوں نے تازہ کر دیا ایمان کو
ایک ایک صورت کلام اللہ کی تفسیر تھی

تشنہ سامانی سے گھبراتے بھلا شبیرؑ کیا
حوضِ کوثر بھی تو زیرِ دامنِ شبیرؑ تھی

بخششِ امت شہیدِ کربلا کے دم سے ہے
مغفرت کے واسطے غفّار یہ تدبیر تھی

فرید - جناب مرزا آغا فرید صاحب شاہی خطیب عیدگاہ آگرہ تلمیذ حضرت مولانا نثار اکبر آبادی مرحوم

لم یزل کی لوحِ قسمت پر یہی تحریر تھی
خاکِ سرخِ کربلا بھی مقتلِ شبیرؑ تھی

ذبح دم حلقِ شہِ دیں پر رواں شمشیر تھی
ہر دہانِ زخم سے آوازۂ تکبیر تھی

غرقِ خوں تنویرِ ناطق مصحفی تفسیر تھی
جو جمالِ مصطفےٰ کی من و عن تصویر تھی

دیکھتے تھے قدسیاں جو حالتِ شبیرؑ تھی
ہر طرف تنہا کے اوپر ضربِ تیغ و تیر تھی

رو رہے تھے جن و انس و قدسیانِ لامکاں
ایسی خاکِ کربلا پر نوبتِ شبیرؑ تھی

شعلہ ہائے نارِ دوزخ کر دئیے جس نے کہ سرد
وہ ہوائے خونچکانِ دامنِ شبیرؑ تھی

قلبِ لشکرِ شام سے از میمنہ تا میسرہ
خون برساتی پھری وہ حیدری شمشیر تھی

جائے نارِ حامیہ ہوگی فرید ان کا مقام
جن کی قتلِ آلِ اطہر کے لیے تدبیر تھی

فہیم۔ جناب سید ساجد رضا صاحب ایم اے ایل ایل بی ایڈوکیٹ آگرہ

مخمس

کام آئی نہ کچھ یزید کی دولت وجاہ
نے غلبہ و اجتماع و املاک و سپاہ
شبیرؑ نے حق پہ مر کے ثابت یہ کیا
غالب ہے تمام قوتوں پر اللہ
یعنی کہ بنائے لا الہ است حسینؑ

دیگر

وہ بھوک وہ پیاس وہ جراحات شدید
وہ قتل اعزہ وہ رفیقان سعید
شبیر نے سب سہا بجز ذلت نفس
سرداد و نہ داد دست در دست یزید
واللہ کہ بنائے لا الہ است حسینؑ

سلام

ہر جگہ معدومیت ہستی سے دامنگیر تھی
صفحۂ عالم پہ دھندلی سی مری تصویر تھی
نقطہ نقطہ میں ترے اوصاف کی تنویر تھی
میرے قرآن محبت کی یہی تفسیر تھی
جامع اضداد ذات شاہ خیبر گیر تھی
رحمت و اجلال حق کی دو رخی تصویر تھی
جو نمایش گاہ غم میں بہترین تصویر تھی
وہ شبیہ بے کسی حضرت شبیرؑ تھی
خرمن مرواں جلایا برق کی تاثیر تھی
شہ کی ٹھنڈی سانس تھی یا آہ شعلہ گیر تھی
کب مصیبت میں ہراساں خاطر شبیرؑ تھی
لب پہ تھا شکر خدا جب حلق پہ شمشیر تھی
عاقبت اندیش فوج حضرت شبیرؑ تھی
حق پہ مر مٹنا بقا کی بہترین تدبیر تھی
اصغر معصوم کی کیا اے فلک تقصیر تھی
کیا ہدف بننے کے قابل گردن بے شیر تھی

تیر کھا کر حلق پر اصغرؑ ہوئے ذبحِ عظیم — خوابِ ابراہیمؑ کی یہ بے خطا تعبیر تھی

ازدیادِ نور کا باعث ہوئی یہ کاٹ چھانٹ — شمع کی ہستی تری ممنون اے گلگیر تھی

اپنے جانبازوں کو دینا تھی نویدِ شام و رے — شاہ کے پیشِ نظر گر ملک کی تسخیر تھی

دل بڑھانے کی عوض دیتے تھے مرنے کی خبر — کیا جماعت کو بڑھانے کی یہی تدبیر تھی

آتش سے جب مس ہوئی قصرِ طلائی جل گیا — مجھ سیاہ اعمال کو خاکِ شفا اکسیر تھی

راہ ہی میں اپنے مرنے کا تھا جب شہ کو یقیں — کون مانے گا ہوس کوفہ کی دامنگیر تھی

قدسیؔ۔ جناب حکیم قدسی صاحب دربار شاہ ولایت نائی منڈی آگرہ

ہر دو عالم کی خموشی صورتِ تصویر تھی — جب گلوئے حلقِ تشنہ پر رواں شمشیر تھی

شہ کو کوفہ میں بلانا شمر کی تزویر تھی — پردۂ بیعت میں اُن کے قتل کی تدبیر تھی

مصحفِ لب ہائے ناطق شاہ کی تفسیر تھی — اہلِ قرآں جانتے ہو کچھ کہ یہ تقریر تھی

عابدِ بیمار کی یوں شمر سے تقصیر تھی — آلِ اطہر کی تری نظروں میں یہ توقیر تھی

گود میں زہراؑ کے تھے وہ نورِ عینِ مصطفےٰ — جس گھڑی اُس حلقِ تشنہ پر رواں شمشیر تھی

شمرِ بد اختر نے سر کو کر دیا تن سے جدا — جبکہ سجدے میں رکھی پیشانیٔ شبیرؑ تھی

کربلا میں سر کٹانے سے ہوئے وہ آشکار — مکمنِ غیرت میں پنہاں آیۂ تطہیر تھی

قیصرؔ۔ جناب سید افضال حسینؑ صاحب رضوی سبزواری چھولسی سب انسپکٹر پولیس لائن ضلع کھیری لکھیم پور

عابدِ بیمار کی اعدا میں یہ توقیر تھی — طوق گردن میں پڑا تھا پاؤں میں زنجیر تھی

وقفِ فریاد و بکا اب زینبؑ دلگیر تھی | یہ نہ تھی بیٹوں کی رخصت رخصتِ شبیرؑ تھی

عرش پر عاشور کی شب حشر برپا ہو گیا | وہ قیامت زا صدائے نالۂ شبگیر تھی

ہائے تھیں جس مشک سے وابستہ امیدیں یہاں | زدِ اعدا میں وہ آماجگاہِ تیر تھی

پیاس سے منہ دیکھتے تھے بادشاہِ کربلا | خشک ہونٹوں پر زبانِ اصغرؑ بے شیر تھی

بغضِ دیرینہ کو بیعت کا بہانہ مل گیا | اصل میں شاہِ جہاں کے قتل کی تدبیر تھی

داستانِ کربلا کا مختصر قصہ ہے یوں | بھائی کا نیزے پہ سر تھا قید میں ہمشیر تھی

نارِ دوزخ سے بچا کر سوئے جنت لے گئی | حضرتِ حُرؑ کی جزاک اللہ کیا تقدیر تھی

انقلاباتِ جہاں کو کربلا میں دیکھئے | بوسہ گاہِ مصطفےٰؐ وقفِ دمِ شمشیر تھی

بے شبہ قرآنِ ناطق تھے زمانہ میں علیؑ | صورتِ شبیرؑ اس قرآن کی تفسیر تھی

سر کٹا کر حضرتِ شبیرؑ نے پائی ظفر | کربلا میں حق کی اور باطل کی دار و گیر تھی

شمع روشن ہے مگر تاریک ہے بانو کا گھر | شمعِ حسنِ اکبرِ ذیجاہ کی تنویر تھی

چھد گیا ناوک سے تیر سے ہائے اصغرؑ کا گلو | او قدر انداز اس بچہ کی کیا تقصیر تھی

پیشِ داورِ حشر میں قیصر کی بخشش ہو گئی | الفتِ شاہِ شہیداں اس کی دامنگیر تھی

قمرؔ۔ جناب سید قمر حسن صاحب بریلوی ثم اکبر آبادی تلمیذ جناب شوخ اکبر آبادی

خشک تھا پیکان بھی یہ حالتِ بے شیر تھی | بے زباں کی پیاس کی شاہد زبانِ تیر تھی

گھر سے کعبہ کو گئے کعبہ سے آئے کربلا | جس جگہ پہونچے شہِ دیں موت دامنگیر تھی

سب سے پہلے لی جنت راہِ حق میں دیکے سر | واہ اے حُرؑ جری تیری بھی کیا تقدیر تھی

کی حفاظت دین کی بس ظلم کا باعث یہ تھا | بیعتِ فاسق نہ کی یہ شاہ کی تقصیر تھی

زلزلہ آیا زمیں کو عرش ہل کر رہ گیا
اصغرِ ناداں یہ تیرے خون کی تاثیر تھی

اے سناں ابنِ انس تو نے مٹایا ہے اسے
سر سے پا تک جو رسول اللہ کی تصویر تھی

منزلِ صبر و رضا میں بڑھ گئے سب سے حسینؑ
شکرِ خالق تھا زباں پر حلق پر شمشیر تھی

لاشیں دفنائیں ادھر فوجِ عدو نے اور ادھر
بے کفن سبطِ نبی تھے بے ردا ہمشیر تھی

اس طرح سجادؑ پہنچے کربلا سے شام تک
طوق گردن میں پڑا تھا پاؤں میں زنجیر تھی

اے قمر وہ گھر کے فوجِ شام میں شبیر کا جہاد
یا علیؑ کے تھے کبھی نعرے کبھی تکبیر تھی

فکرِ جناب سید شوکت علی صاحب بریلوی ہیڈ ماسٹر ای۔ آئی ریلوے ہائی اسکول ٹونڈلہ ضلع آگرہ

اے سلامی یہ دوائے عابدِ دلگیر تھی
تازیانہ شمر کا تھا طوق تھا زنجیر تھی

کس طرف جاتے شہِ دیں موت دامنگیر تھی
ہائے خاکِ کربلا کی پاؤں میں زنجیر تھی

در کا پُل تختہ تھا اور دوشِ ہوا پر پاؤں تھے
دیدنی اس معرکہ میں شانِ خیبر گیر تھی

واقفیت ہے جسے پست و بلندِ دہر سے
دستِ بازوئے پیمبر میں وہی شمشیر تھی

کلمہ گو یا اس جواں پر ہاتھ کس دل سے اٹھا
صورتِ اکبر رسول اللہ کی تصویر تھی

بیکسی شبیر کا عالم الحفیظ و الاماں
خوں کے پیاسے کی پیاسی تھی جو نوکِ تیر تھی

اس طرح طے ہو رہی تھی راہِ تسلیم و رضا
ختم سجدہ تھا زبانِ خشک پر تکبیر تھی

دھوپ اور فوجِ عدو، داغِ اعزا، بھوک پیاس
اتنے دشمن ایک جانِ حضرتِ شبیرؑ تھی

کیوں نہ ہوتی صبر کی تلقیں بلائے شام پر
اک شہادت کا تتمہ شاہ کی ہمشیر تھی

آپ یوں طے کر رہے تھے منزلِ راز و نیاز
ربِّ ہب لی لب پہ تھا اور حلق پر شمشیر تھی

مجھ کو اپنے بخت پر قنبر نہ کیوں ہو فخر و ناز
درجِ قسمت خادمیِ شاہِ خیبر گیر تھی

قیصر - جناب حکیم محمد سعید صاحب جعفری دھولپوری

قابلِ پیکاں نہ ظالم گردنِ بے شیر تھی
اتنے سے بچے کے لیے کافی ہوائے تیر تھی

اپنے ہاتھوں سے مسلماں نے مٹایا تھا جسے
کچھ نہ ہو پھر بھی رسول اللہ کی تصویر تھی

قتلِ احمدؐ کے نواسے کو کیا کیوں بے سبب
کیا وجہ تھی کیا خطا تھی کونسی تقصیر تھی

شکر کا سجدہ کیا شبیرؑ نے اس وقت جب
سامنے آنکھوں کے لاشِ اکبرِ دلگیر تھی

گھوڑوں کے پاؤں سے جس کو کر رہے تھے پائمال
مصحفِ ناطق تھا وہ قرآن کی تفسیر تھی

کعبہ کی شہزادیوں کے بازوؤں میں تھی رسن
پاؤں میں شہزادۂ اسلام کے زنجیر تھی

جگمگانے لگ گئے اسلام و قرآں یا حسینؑ
اک مٹا سا نقش تھا دھندلی سی اک تصویر تھی

بن گئی خاکِ شفا خاکِ زمینِ کربلا
یہ علیؑ کے لاڈلے کے خون میں تاثیر تھی

قید کی سختی سے قیصر مر گئی بنتِ حسینؑ
آہ اس معصومہ پہ تعزیر سی تعزیر تھی

قمر - دختر جناب سید وحید الحسن صاحب ٹیلیگراف ماسٹر ریلوے اسٹیشن کاسگنج

بعد شہِ کربلا یہ سجادؑ کی توقیر تھی
طوق گردن میں تھا بھاری پاؤں میں زنجیر تھی

جب لگی اکبرؑ کے برچھی رن میں یہ بولے حسینؑ
ظالمو یہ تو رسول اللہ کی تصویر تھی

تیر اصغرؑ کے لگایا یہ نہ سوچا حرملہ
بے زباں بچہ تھا ہائے اس کی کیا تقصیر تھی

ڈھونڈھتی تھی لاش بھائی کی مگر ملتی نہ تھی
رن میں بیکس مضطرب شبیرؑ کی ہمشیر تھی

ایک بھائی کے نہ ہونے سے قیامت آ گئی
دربدر بلوے میں پھرتی زینبؑ دلگیر تھی

جب کٹے ہاتھوں کو دیکھا حضرت عباسؑ کے
شہ یہ بولے مٹ گئی حیدرؑ کی جو تصویر تھی

ن اصغرؑ لا کے خیمہ تک پھر کے شہ سات بار — اس قدر بانو سے شہ کو شرم دامنگیر تھی

یا قیامت ہے وہی ہیں آج محتاجِ غذا — دھوم جن کی بخششِ بیحد کی عالمگیر تھی

ر برہنہ در بدر پھرتے ہو لیکر تم انھیں — شامیو کیا آلِ احمدؐ کی یہی توقیر تھی

یہ تطہیر آئے جن کی مادر کے لیے — سر کھلے دربار میں وہ خواہرِ شبیرؑ تھی

اپ کے غم میں تڑپ کر اے قمرؔ وہ مر گئی — قید جو زندانِ غم میں دخترِ شبیرؑ تھی

ریم۔ جناب عبدالکریم صاحب تلمیذ جناب ندا اکبرآبادی شاہ گنج آگرہ

ے سلامی یہ جفائے ظالمِ بے پیر تھی — حرملہ کا تیر تھا اور گردنِ بے شیر تھی

الٰہی بخشدے امتِ رسول اللہؐ کی — زیرِ خنجر یہ دعائے حضرتِ شبیرؑ تھی

یا کہوں کیسے بہتّر تھے یہ انصارِ امام — ایک اک صورت کلام اللہ کی تفسیر تھی

سماں سے خون برسا اور زمیں ہلنے لگی — سب یہ آہِ عابدؑ بیمار کی تاثیر تھی

افروں سے کربلا میں کردیا میدان صاف — حضرتِ عباسؑ کی شمشیر وہ شمشیر تھی

ں دنیا سے نکل کر اہلِ دیں میں آ ملا — سچ جو پوچھو حرؑ کی قابلِ فخر کے تقدیر تھی

ون و جعفرؑ کردیے قربان بھائی پر کریمؔ — کیسی صابر کربلا میں شاہ کی ہمشیر تھی

یف۔ جناب رمضان خاں صاحب تلمیذ حضرت فلک مرحوم پالو گنج چھاونی آگرہ

رتِ معنیِ قرآں جب تہِ شمشیر تھی — ہر رگِ تن سے صدائے نعرۂ تکبیر تھی

ں کی مشقِ ستم اور گردنِ شبیرؑ تھی — بوسہ گاہِ مصطفیؐ کی ہائے یہ توقیر تھی

پ جاتے تھے عدو وہ حیدری شمشیر تھی — جو ہوا مدِ مقابل موت دامنگیر تھی

یا الٰہی بخشدے امتِ خیر الامم
زیرِ خنجر یہ دعائے حضرتِ شبیرؑ تھی

وار جب کرتے تھے رک جاتا تھا خود دستِ حسینؑ کا
امتِ عاصی کی ہر دم فکر دامنگیر تھی

عرش کانپ اٹھا زمیں لرزی - ملائک رو دیے
حلقِ شاہِ بحر و بر پر جب رواں شمشیر تھی

تھی زمینِ کربلا پہنے ہوئے غم کا لباس
ذرے ذرے سے صدائے ماتمِ شبیرؑ تھی

مصحفِ رخ کی تلاوت کر رہے تھے جن و انس
آیتِ قرآن گویا صورتِ شبیرؑ تھی

کربلا میں ہو گئی گم ظلم کے ہاتھوں سے کیف
دستِ شوقِ مانیِ مطلق کی جو تصویر تھی

گہر - جناب سید علی امام صاحب اکبرآبادی پریسیڈنٹ انجمن اصغری شاہ گنج آگرہ

کوفیوں میں قتلِ شاہِ دیں کی تدبیر تھی
بخششِ امت کی شہ کو فکر دامنگیر تھی

شام میں آلِ پیمبرؐ کی عجب توقیر تھی
نوکِ نیزہ پر سرِ شہ ساتھ میں ہمشیر تھی

یہ رسول اللہؐ آ کر دیکھتے عشرہ کے دن
رنج سے بےچین کتنی زینبؑ دلگیر تھی

کر رہے تھے شاہ اتنی دیر میں سجدے ادا
جبکہ چلنے میں ذرا خنجر کے کچھ تاخیر تھی

ذبح جس کو کر دیا کرب و بلا کے دشت میں
کوفیو وہ تو رسول اللہؐ کی تصویر تھی

تیرِ اصغرؑ کے لگا شبیرؑ کی آغوش میں
یہ خلیلؑ اللہ تمہارے خواب کی تعبیر تھی

تو نے حلقومِ علی اصغرؑ کو چھیدا کس لیے
کیا خطا بچہ کی بتلا تو مجھے اے تیر تھی

بہرِ امت خون میں ڈوبی ہے وہ تصویر آج
جس کی صورت صورتِ قرآن کی تفسیر تھی

حرملہ کے تیر سے زخمی ہوا کیا کیا کہوں
قلبِ زہراؑ - بازوئے شہ - گردنِ بےشیر تھی

آج بلوے میں وہی پھرتے ہیں ننگے سر غضب
جن کے گھر میں حق سے آئی آیۂ تطہیر تھی

سجدۂ اول میں سر خالق کو نذرانہ دیا
یہ مکمل تھی عبادت یہ بڑی تکبیر تھی

پیاس مہماں کی بجھاؤ آبِ خنجر سے ضرور — بس یہی اعدا میں پیاسے کیلئے تدبیر تھی

آئے وہ تھا وقتِ مظلومی عجب شہ پہ گھر — جب کوئی یاور نہ تھا اور حلق پر شمشیر تھی

گوہر جناب شیخ گوہر علی دوست محمد مدرس ہائی اسکول کھمبات

ری بھائی بہن کی ہائے کیا تقدیر تھی — بے کفن سبطِ نبیؐ تھے بے ردا ہمشیر تھی

دوش پر مشک و علم اور ہاتھ میں تیغ دودم — حضرت عباسؑ کی یہ شان وہ توقیر تھی

ک اک تشنہ دہن بچہ ہزاروں سے لڑا — واہ کیا سیدانیوں کے دودھ کی تاثیر تھی

سنگدل بھی روئے اصغرؑ کو سسکتا دیکھ کر — وہ زبانِ حال کی اک پُر اثر تقریر تھی

د پانی ہی نہ تھا راہیں رسد کی بند تھیں — قتلِ سرور کے لئے ہر طرح کی تدبیر تھی

روزِ عاشورہ تھا وقتِ عصر اک محشر بپا — سجدے میں سرور گلے پر شمر کی شمشیر تھی

ک شب کی بیاہی کبریٰؑ کے گلے میں تھی رسن — ہاتھ میں تھی ہتھکڑی اور پاؤں میں زنجیر تھی

حضرت زینبؑ کو کیونکر غش نہ آتا دیکھ کر — دل میں اکبرؑ کے سنانِ نیزہ بے پیر تھی

لاش اکبرؑ پر شہِ دیں کہتے تھے اے نوجواں — تیرے دم سے گھر میں نانا جان کی تصویر تھی

آبرو کا سلسلہ شہ کی عنایت سے ملا — ورنہ اے گوہر تری کیا قدر کیا توقیر تھی

لطیف۔ جناب لطیف احمد صاحب ہیڈ کانسٹبل بھرتپوری تلمیذ حضرت بیاں مرحوم

واقعاتِ کربلا مختاریٔ شبیرؑ تھی — پاسداریٔ وعدۂ طفلی کی دامنگیر تھی

شکلِ زینبؑ آیۂ تطہیر کی تفسیر تھی — چادرِ زینبؑ سراپا چادرِ تطہیر تھی

دیکھتے اگر خلیل اللہ ایثارِ حسینؑ — حلقِ اصغرؑ چھد کے دستِ شہ میں نوکِ تیر تھی

نورِ حق، شکلِ نبیؐ، شانِ علیؑ، حُسنِ حسینؑ
ذاتِ اکبرؑ صنعتِ قدرت کی کیا تصویر تھی

سینہ اکبرؑ کا، گلا اصغرؑ کا اور عابدؑ کے پاؤں
کیا انھیں کو برچھیاں تھیں تیر تھا زنجیر تھی

زینبؑ مضطر بہر صورت تھی اک تصویرِ غم
عاشقِ شبیرؑ تھی یا یوں کہو ہمشیر تھی

آ بسے دامن میں تیرے گلشنِ زہراؑ کے پھول
اے زمینِ کربلا تیری بھی کیا تقدیر تھی

وقتِ آخر کیسی پُر حسرت تھی اکبرؑ کی نظر
گاہ خیمہ کی طرف گہ جانبِ شبیرؑ تھی

شوقِ قربانی ذرا اصغرؑ کا آ کر دیکھئے
اے ذبیح اللہ کیسی ہمتِ بے شیر تھی

خون سے رنگیں بنایا تو نے اپنے ای حسینؑ
ورنہ یہ اسلام اک بے رنگ سی تصویر تھی

جاتے جاتے مل گئی حُر کو مئے حُبِّ حسینؑ
چلتے چلتے آ گیا کوثر یہ کیا تقدیر تھی

ماں کی نظریں دیکھتے اکبرؑ کے تیور دیکھتے
وقتِ رخصت آنکھیں آنکھوں میں عجب تقریر تھی

قتل ہوں عباسؑ و اکبرؑ دم بخود دیکھا کریں
واہ کیسا صبر تھا کیا ہمتِ شبیرؑ تھی

دل تڑپ جاتا تھا اکبرؑ کی صدا سے ای لطیف
ہر اذاں برچھی برائے بانوئے دلگیر تھی

ملک۔ جناب مرزا محمد زکریا صاحب خلف مرزا خادم حسین صاحب رئیس مرحوم اکبر آبادی

کیوں لعینو آلِ احمدؐ کی یہی توقیر تھی
بے کفن سبطِ نبیؐ تھے بے ردا ہمشیر تھی

جس نے صورت دیکھ لی اسکی وہ مر کر رہ گیا
تیغ کہتے ہیں جسے وہ حور کی تصویر تھی

دیکھ کر اکبرؑ کے سر کو یہ لگا کہنے یزید
ہو بہو یہ احمدِ مختارؐ کی تصویر تھی

مرتا تھا اک لعیں اس کی ادائیں دیکھ کر
حور کا جلوہ تھا جس میں یہ وہی شمشیر تھی

تھا رواں اک خون کا دریا برابر نہر کے
حضرت عباسؑ کی یہ ضربتِ شمشیر تھی

پوچھا ابنِ سعد نے کہنے لگا شمر لعیں
مارے ہیں جس کے طمانچے دخترِ شبیرؑ تھی

دیکھ کر ضعف و نقاہت عابدؑ بیمار کا
ہر قدم پر کھینچتی آہ و فغاں زنجیر تھی

خود خدا مداح تھا ان کا تحمل دیکھ کر
صبر کی چادر کو اوڑھے زینب دلگیر تھی

دیکھا یہ مقتل میں جا کر بنت حیدرؑ نے ملک
لپٹی لاشے سے پدر کی دختر شبیرؑ تھی

محسن - جناب سید محسن رضا صاحب صدر الافاضل اعظم گڑھی - انجمن ترقی اردو - دہلی

شاہ کا سوکھا گلا تھا حلق پر شمشیر تھی
یہ مرقع صبر کا وہ ظلم کی تصویر تھی

زیر خنجر نیند آئی آنکھ جنت میں کھلی
خواب تھا وہ حر کا اور یہ خواب کی تعبیر تھی

جان دے کر شہ نے رکھ لی آبروئے اسلام کی
حق کو باطل سے بچانے کی یہی تدبیر تھی

بے زبانی کہہ رہی تھی معنیٔ ذبح عظیم
شہ کا سر سجدہ میں تھا اور حلق پر شمشیر تھی

ظالموں نے بے خطا اکبرؑ کو کر ڈالا شہید
کیا اسی قابل رسول اللہ کی تصویر تھی

کس طرح سے عابدؑ بیمار کے اٹھتے قدم
طوق گردن میں پڑا تھا پاؤں میں زنجیر تھی

بے کسی سایہ کئے تھی یاس تھی نوحہ کناں
شاہ کے ہاتھوں پہ محسن میت بے شیر تھی

...نا - اہلیہ جناب سید آغا محمد رضا صاحب کاظمی بنت سید افضل حسین صاحب انسپکٹر دفاتر کاری یو پی

بنت مصطفےٰ کی آہ یہ تو تیر تھی
بے کفن سبط نبی تھے بے ردا ہمشیر تھی

عترت خیر الوریٰ یوں خلق میں تشہیر تھی
کشتۂ تیغ و سناں تھی بستۂ زنجیر تھی

روز عاشورہ برائے قتل فرزند نبی
میان سے باہر ہر اک ملعون کی شمشیر تھی

ہر سپاہی فوج کیں کا دشمن اسلام تھا
دین حق مٹ جائے دنیا سے یہی تدبیر تھی

...ت اسلام رکھ لی حضرت شبیرؑ نے
سجدۂ خالق میں سر تھا حلق پر شمشیر تھی

خاک پر تھا بے کفن دوش محمدؐ کا مکیں
ننگے سر بلوے میں بنت صاحب تطہیر تھی

بدلے پانی کے دیا بے شیر کو کیوں آب تیر
حرملہ کیا اصغرؑ ناداں کی تقصیر تھی

ملتی ہے زیر قدم جن کے صراط مستقیم
ہے غضب ان رہبروں کے پاؤں میں زنجیر تھی

ظالمو تم لے ردائیں چھین لیں سر سے تو کیا
پردہ دار اہل حرم کی چادر تطہیر تھی

شاہ کہتے تھے کیا کیوں اکبرؑ مہرو کو قتل
ظالمو یہ احمدؐ مختار کی تصویر تھی

مر گئے اکبرؑ تو شہ نے رو کے لاشہ پر کہا
منتظر بیٹا مدینہ میں تیری ہمشیر تھی

قتل سرور کی خبر پہونچی تو صغریٰ نے کہا
کیا مرے خواب پریشاں کی یہی تعبیر تھی

چادر زہراؑ کے سایہ میں پہونچ جاؤں بہشت
سب کہیں مونا کہ کیا اچھی تیری تقدیر تھی

مطاہر۔ جناب سید محمدؐ مطاہر حسینؑ صاحب جعفری بھرتپوری

کربلا میں مومنو یہ ظلم کی تصویر تھی
بے کفن سبط نبیؐ تھے بے ردا ہمشیر تھی

کہتی تھی زینبؑ نہ آئے آپ بابا اس گھڑی
میرے ماں جائے کی گردن جب تہ شمشیر تھی

جب لیا بے شیر کو صغریٰ نے یہ رو کر کہا
تجھ سے کچھ دل بستگی اے اصغرؑ بے شیر تھی

مار کر ننھے مجاہد کو ملا کیا اے لعیں
حرملہ یہ تو بتا بچہ کی کیا تقصیر تھی

قاصد صغریٰؑ سے شہ کہتے تھے کیا میں دوں جواب
وہ پڑے سوتے ہیں جن کے واسطے تحریر تھی

ہے مطاہر کی دعا روضہ پہ بلوا لو شہا
واسطہ اس کا کہ جس کے پاؤں میں زنجیر تھی

مست۔ جناب علاء الدین صاحب انصاری تلمیذ جناب خلیل اکبر آبادی

سختیاں جس نے سہیں وہ زینبؑ دلگیر تھی
اک مجسم صبر و استقلال کی تصویر تھی

کربلا میں عترت احمدؐ کی یہ توقیر تھی
بے کفن سبطِ نبیؐ تھے بے ردا ہمشیر تھی

آل اطہار پیمبرؑ کی زیارت ہو گئی
کربلا کے ذرہ ذرہ کی بڑی تقدیر تھی

اللہ اللہ حسنِ روئے اکبرؑ عالی وقار
مصحفِ رخ اُن کا کُل قرآن کی تفسیر تھی

آج خنجر شمر کا ہے اور اک نازک گلا
کل لب احمدؐ تھے اور یہ گردنِ شبیرؑ تھی

بہر اصغرؑ کے گلوئے ناز سے منسوب تھا
پائے عابدؑ کے لئے مخصوص اک زنجیر تھی

جس طرف جا کر گری اک اک کے دو دو کر دئے
برق تھی یا ہاتھ میں شبیرؑ کے شمشیر تھی

کانپ اُٹھی نعرۂ حق سے زمینِ کربلا
کیسی ہیبت زا صدائے نعرۂ تکبیر تھی

صورت اکبرؑ سراپا تھا مرقع نور کا
ہو بہو یا احمدؐ مختار کی تصویر تھی

اُٹھ رہے ہیں آسماں سے مست شعلے آج تک
آہ مظلوم شہیداں کی یہ ہی تاثیر تھی

مقدسؔ - جناب سید علی مقدس صاحب رضوی اکبر آبادی - ایم اے - بی - ٹی (علیگ)

پریسیڈنٹ انجمن مہدویہ شاہ گنج آگرہ

رباعی

شبیرؑ کا افسانۂ غم راز نہیں
اسلام میں ان سا کوئی جانباز نہیں

جو ہار کے جیتا ہو مقدسؔ ایسا
جز ان کے کوئی صاحب اعجاز نہیں

سلام

ہو سلام اُس پر کہ جس مہمان کی یہ توقیر تھی
آب و دانے کے بجائے تیر تھے شمشیر تھی

دیکھ غافل یہ نماز حضرت شبیرؑ تھی
حلق پر خنجر زباں پر شکر تھا تکبیر تھی

ان کا خوں ملتے ہی مٹی بن گئی خاکِ شفا
خاکِ پا جن کی زمانہ کے لئے اکسیر تھی

چاند احمدؐ کے پڑے تھے سر کٹائے خاک پر — کربلا کی شامِ عاشورہ عجب دلگیر تھی
شام کے بادل میں جب ماہِ امامت چھپ گیا — خون کا مینہ برسا قیامت غم کی عالمگیر تھی
ہو گئے پروانے سب شمعِ امامت پر فدا — عصر کے ہنگام حسرت مونسِ شبیرؑ تھی
جس گھڑی رن میں زباں دکھلائی اعدا رو دیئے — کچھ عجب انداز کی اصغرؑ تیری تقریر تھی
سونے والے سو گیا تو جاگ اٹھا سارا جہاں — تیرے مظلومی کے مرنے میں عجب تاثیر تھی
ذبحِ اسمٰعیل کے بدلے میں ہو قتلِ حسینؑ — وہ نبی کا خواب تھا یہ خواب کی تعبیر تھی
صورت و سیرت میں اکبرؑ تھے محمدؐ دوسرے — وہ تھے قرآں یہ اسی قرآن کی تفسیر تھی
ہاں مقدس آلِ احمدؐ پر کوئی روتا نہ تھا — نالہ کش یوں پاؤں میں سجادؑ کی زنجیر تھی

مومن۔ جناب منشی شیخ مولا بخش صاحب انصاری تلمیذ جناب خلیل اکبر آبادی

واقعات کربلا ایک راز تھا تدبیر تھی — پختگی کو دین کی بنیاد تھی تعمیر تھی
جان لے لینے میں اعدا کے نہ کچھ تاخیر تھی — برق تھی صرصر تھی یا شبیرؑ کی شمشیر تھی
بے وطن تھے آب و دانہ بند تھا تعزیر تھی — کس قدر برگشتگیِ قسمتِ شبیرؑ تھی
اے خدا بھائی بہن دونوں کی کیا تقصیر تھی — بے کفن سبطِ نبیؐ تھے بے ردا ہمشیر تھی
کس قدر رشک کرّ و فر اور شان سے رن میں گئے — تازگی چہرہ پہ تھی اور ہاتھ میں شمشیر تھی
ہو گیا تن سے جدا پر سر نہ سجدے سے اٹھا — راہِ حق میں کس قدر محویتِ شبیرؑ تھی
چھپتے تھے ابنِ علیؑ کو دیکھ کر خنجر بکف — لشکرِ اعدا میں چھائی ہیبتِ شبیرؑ تھی
سر کٹا اور گھر لٹا لاشہ گُھندا سب کچھ ہوا — پر کیا وعدہ وفا یہ ہمتِ شبیرؑ تھی
جان دی پر اُف نہ کی اللہ رے صبر و رضا — شکرِ حق لب پر کبھی تھا اور کبھی تکبیر تھی

سال یہ اٹھارواں آیا نہ راس اکبرؑ تجھے
ہائے کیا اٹھتی جوانی کی تیری تقدیر تھی

کربلا سے شام تک عابدؑ گئے اس حال سے
ہتکڑی ہاتھوں میں تھیں اور پاؤں میں زنجیر تھی

کردیا مومن خدا کی راہ میں سب گھر نثار
یہ وفور صبر تھا یہ ہمت شبیرؑ تھی

مختار - جناب مختار احمد صاحب باغبانوی سرائے خواجہ آگرہ محرر مسٹر شبیر محمد خاں صاحب وکیل آگرہ

اے سلامی کیا کہوں جو حالتِ شبیرؑ تھی
تیغ کا ٹکڑا کہیں نوک تبر اور تیر تھی
شمع ہستی بجھ رہی تھی شام دامنگیر تھی

وہ ملائک کی ملاحت اور یہ حُسنِ بشر
ہم شبیہ مصطفےٰؐ اکبرؑ کو کہتے ہیں مگر
روشنئی حسن پر تنویر عالمگیر تھی

دے جب دم یہ لب معصوم ضعف پیاس نے
جان جانے کی کوئی پروانہ کی عباسؑ نے
لاکے پانی نہر سے دیں بس یہی تدبیر تھی

س نے دیکھا رہ گیا وہ دیکھتے کا دیکھتا
اُف وہ محشر خیز منظر حضرت عباسؑ کا
ایک پنجہ میں علم اک ہاتھ میں شمشیر تھی

بط کو رکھا سلامت ضبط کی توقیر نے
مرتے مرتے بھی نہ چاہا حضرتِ شبیرؑ نے
ورنہ آنے میں قیامت کے کہیں تاخیر تھی

ے منہ سے جب سُنا آنے کا حُر کے ماجرا
اپنے سینے سے لگا کر سبطِ احمدؐ نے کہا
تیری قسمت میں برادر خلد کی جاگیر تھی

ن - اندوہِ غم سبطِ نبیؐ ہوں سر بسر
چارہ کرنا تھا تو اے مختار لاتا چارہ گر
خاک پائے شاہ دیں مرنے لئے اکسیر تھی

منظرؔ۔ جناب سید علی مہندی صاحب اکبرآبادی

حرملہ مجھ کو بتا ناداں کی کیا تقصیر تھی
اُس نشانہ کے لیے کیا گردنِ بے شیر تھی

جب چلے لیکر لعیں اُس قافلہ سالار کو
ہر قدم پر پائے عابدؑ چومتی زنجیر تھی

تیر سہ شعبہ علیؑ اصغرؑ کے رن میں جب لگا
خون مُنہ پر مَل لیا غیرِ حالتِ شبیرؑ تھی

آب دینے کے بجائے تیر سہ شعبہ دیا
شامیو ننّھے مجاہد کی یہی توقیر تھی

دیکھنا اُن کا ہے منظرؔ گویا قرآں پڑھ لیا
صورتِ شبیرؑ بس قرآن کی تفسیر تھی

منظورؔ۔ جناب منشی منظور احمد صاحب سیفی اکبرآبادی

اُف یہ منظر دیکھنا شانِ دلِ شبیرؑ تھی
حرملہ کا تیر تھا اور گردنِ بے شیر تھی

دونوں عالم کی عبادت سے جو افضل ہو گئی
وہ علیِ مرتضےٰؑ کی ضربتِ شمشیر تھی

بعد قتلِ شاہِ دیں کیا ظالموں نے چھین لی
چادرِ زینبؑ نہ تھی وہ چادرِ تطہیر تھی

پانی خیمہ میں پہونچ جائے کسی تدبیر سے
حضرت عباسؑ کو یہ فکر دامن گیر تھی

اُمتِ احمدؐ کو غیرت بھی نہ آئی دیکھ کر
بے کفن سبطِ نبیؐ تھے بے ردا ہمشیر تھی

حرملہ کیوں تیر شش ماہی کو مارا بے خطا
اُس نے کیا تقصیر کی تھی اُس کی کیا تقصیر تھی

جان کر جس کو علی اکبرؑ لگائی تھی سناں
ظالمو وہ تو رسول اللہ کی تصویر تھی

آ گئے آگے شام کے بازار میں تھا فرقِ شہ
پیچھے پیچھے سر برہنہ خواہرِ دلگیر تھی

منتظرِ اصغرؑ کی تھی یاں بانوئے خستہ جگر
دفن کی شبیرؑ کو واں فکر دامن گیر تھی

جا رہا تھا اس طرح فرمان روائے دو جہاں
طوق گردن میں پڑا تھا پاؤں میں زنجیر تھی

کیوں نہ پیتا جامِ کوثر کیوں نہ جاتا خُلد میں — دل میں اے منظورؔ حسین کے اُلفتِ شبیرؑ تھی

منظورؔ۔ جناب سردار منظور حسین صاحب جاگیردار ریاست دھولپور

گیسوئے مشکیں وہی رُخ کی وہی تنویر تھی — صورتِ اکبرؑ نبیؐ کی بولتی تصویر تھی

زندگی میں تو نہ سمجھے اُن کی کیا توقیر تھی — قبر میں جا کر کھُلا خاکِ شفا اکسیر تھی

ام سلمہ نے جو دیکھا تھا شبِ عاشور کو — کربلا کا واقعہ اس خواب کی تعبیر تھی

روزِ عاشورہ محرم اک قیامت تھی بپا — بے ردا بلوہ میں آلِ صاحبِ تطہیر تھی

الاماں دورِ یزیدی جس میں حق گوئی تھی جرم — بے گناہی سیدِ سجادؑ کی تقصیر تھی

قطعہ

ہو کے رخصت یوں چلے عباسؑ سوئے رزم گاہ — دوش پر حیدرؑ کا رایت ہاتھ میں شمشیر تھی

چین پیشانی تھی خنجر ابروئے کج تھے کماں — صاعقہ فطرت نظر میں نوکِ مژگاں تیر تھی

دم زدن میں بزدلوں سے چھین لی نہرِ فرات — شیر کے حملہ میں شانِ شاہِ خیبر گیر تھی

حرملہ کیوں بے خطا مارا علیؑ اصغرؑ کو تیر — کیا زبانِ خشک دکھلانا کوئی تقصیر تھی

راستہ چلنا تھا دوبھر سید سجادؑ کو — طوق دوہرے تھے گلے میں پاؤں میں زنجیر تھی

اشقیاء بیٹھے ہوئے تھے کرسیوں پر آہ آہ — سر برہنہ ایستادہ زینبِؑ دلگیر تھی

حضرت زینبؑ نے بھی کیا ساتھ بھائی کا دیا — بے کفن سبطِ نبیؐ تھے بے ردا ہمشیر تھی

خون کی بارش وہ آندھی وہ اندھیرا وقتِ عصر — کربلا میں یہ خدا کے قہر کی تصویر تھی

اِن کو بھیجا تا خدا نے یا رسولِ پاک نے
حیدرِؑ کرار کی منظورؔ یہ توقیر تھی

مصطفیٰ ۔ سید مصطفیٰ حسینؑ صاحب اکبر آبادی

اے سلامی یہ امامِ وقت کی توقیر تھی   دست نازک میں مہار اور پاؤں میں زنجیر تھی

کیا مکمل وہ نمازِ آخری شبیرؑ تھی   ہر دہانِ زخم سے جاری تیری تکبیر تھی

تیری بزمِ قتل بھی کیا بزم اے شبیرؑ تھی   آیۂ ذبحِ عظیم کی کھُلی تفسیر تھی

کیوں اُبھر آتا نہ بحرِ معصیت سے حُر بھلا   موجزن دل میں ولائے حضرتِ شبیرؑ تھی

سجدۂ آخر تیرا بنیادِ وحدت اے حسینؑ   رونقِ اسلام وایماں آخری تکبیر تھی

اے زمینِ کربلا تیرے مرقع کے نثار   خون میں رنگیں ہر شہیدِ ناز کی تصویر تھی

سر برہنہ بیبیاں داخل ہوئیں دربار میں   پردہ پوشِ آلِ اطہر چادرِ تطہیر تھی

طاعتِ کونین سے جو لیگئی تھی فوقیت   جنگِ خندق میں وہ ضربِ شاہِ خیبرگیر تھی

قطعہ

زخمِ پیشانی سے باندھا شہ نے رومالِ بتولؑ   مرحبا صلِ علیٰ کیا حُر تیری تقدیر تھی

کھیلتی پھرتی تھیں موجیں کوثر و تسنیم کی   سامنے آنکھوں کے باغِ خُلد کی جاگیر تھی

لیکے چلے ہیں اصغرؑ ناداں کو مقتل میں حسینؑ   بخششِ اُمت کی خاطر آخری تدبیر تھی

کیوں نہ خونِ اقربا سے سینچتے اسکو حسینؑ   گلشنِ اسلام کی مدِ نظر تعمیر تھی

ہے تو ہی مصداقِ نفسِ مطمئنہ اے حسینؑ   تیری ترکیبِ عمل بھی صبر کی تصویر تھی

بھر لئے دامن میں اپنے گلشنِ زہراؑ کے پھول

کیا زمینِ کربلا کی مصطفیٰ تقدیر تھی

مجازؔ۔ جناب حافظ عبدالنعیم صاحب سیمابی اکبرآبادی

زلف اکبرؑ اہل دل کے واسطے زنجیر تھی
اور صورت صورتِ قرآن کی تفسیر تھی

حرمتِ اسلام کی منظور تھی سجادؑ کو
اس لیے اُس ناتواں کے پاؤں میں زنجیر تھی

کربلا کے تپتے صحرا پر ہوئی جو چاک چاک
ابن عبد اللہ کی وہ ہو بہو تصویر تھی

حق پرستی، شکر، مظلومی، تحمل، صبر و غم
اس گھرانے کی جو سیرت تھی وہ عالمگیر تھی

ہوں تیری تقدیس پر اے کربلا لاکھوں سلام
تیری ہی تقدیر میں مہمانیٔ شبیرؑ تھی

مصطفےٰ والوں کی امت سے محبت دیکھئے
لب تھے مصروف دعا اور پاؤں میں زنجیر تھی

جادۂ صبر و رضا ہموار کرنے کے لیے
منزلِ ہستی میں یہ قربانیٔ شبیرؑ تھی

دو ہی زیور تھے شجاعانِ عرب کے دہر میں
ہاتھ میں شمشیر تھی یا پاؤں میں زنجیر تھی

صبر و استقلالِ شبیرؑ مجاہد کا نہ پوچھ
ہر نفس پر شکر تھا ہر زخم پر تکبیر تھی

چشم عرفاں سے جو کوئی دیکھتا اُن کو مجازؔ
بےکفن شہ تھے نہ رن میں بےردا ہمشیر تھی

مظہرؔ۔ جناب محمد شکور صاحب اکبرآبادی تلمیذ جناب منشی ولی محمد خاں صاحب ایمان فتحپوری

یہ دمِ آخر بھی شانِ حضرتِ شبیرؑ تھی
سر بہ سجدہ آپ تھے گردن تہِ شمشیر تھی

ہو گئی حُرِّ جری پر آتشِ دوزخ حرام
اس کو کہتے ہیں مقدر اور یہ تقدیر تھی

اصغرِ معصوم کو آغوش میں لیکر حسینؑ
کہتے تھے کفار سے بچے کی کیا تقصیر تھی

مصلحت تھی کچھ جو یہ منظر فلک دیکھا کیا
شاہ دیں کے حلق پر جس دم رواں شمشیر تھی

چھوڑ کر ہم بیکسوں کو کس پہ جاتے ہو حسینؑ
پوچھنے والی یہ رو کر آپ کی ہمشیر تھی

مجھ کو پہچانو لعینو کون ہوں اور کیا ہوں میں — کربلا میں شاہِ دیں کی اک یہی تقریر تھی
میرے نانا جان کی امت کو یارب بخش دے — یہ تہہِ خنجر دعائے حضرتِ شبیر تھی
حضرت ایوب بھی حیران ہوتے دیکھ کر — کربلا میں کھنچ رہی جو صبر کی تصویر تھی
صدقہ شبیر ہے جو مستحق جنت کے ہیں — ہم سیہ کاروں کی مطہر یہ کہاں تقدیر تھی

محسن ۔ جناب شیخ محمد محسن صاحب سیمابی روئی منڈی شاہ گنج آگرہ

رباعی

تم سبطِ نبی ہو خلفِ شیرِ خدا ہو — معصوم ہو مظلوم ہو شاہِ شہدا ہو
محسن بھی ہے دریوزہ گرِ قصرِ امامت — للہ مریضِ غمِ عصیاں کی دوا ہو

سلام

وقتِ قربانی یہ شانِ حضرتِ شبیر تھی — حلق پر خنجر تھا لب پر آپ کے تکبیر تھی
آپ کو کب حاجتِ تیغ و تفنگ و تیر تھی — آپ کے دستِ دعا ہی میں ہر اک تاثیر تھی
اس طرف تنظیم دیں کی فکر دامن گیر تھی — امرِ ربی اس طرف دامن کشِ شبیر تھی
از سرِ نو آپ نے پھر اس کو زندہ کر دیا — آپ ہی کے ہاتھ میں اسلام کی تقدیر تھی
جا رہے تھے اشقیا قعرِ مذلت کی طرف — رہنما کو چھوڑ کر یہ شومیٔ تقدیر تھی
کون سن سکتا ہے شرحِ حادثاتِ کربلا — خود ہی لرزش میں کتابِ کاتبِ تقدیر تھی
دل لرزتا ہے بیاں کرتے وہ غمگیں ماجرا — حرملہ کے تیر سے جو حالتِ بے شیر تھی
اُس میں شامل تھا ہر اک چھوٹا بڑا اس دشت کا — کیا حسینی قافلہ کی شان عالمگیر تھی
لازمی تھا ظالمو اکبر کی رعنائی کا پاس — یہ تو روئے مصطفیٰ کی ہو بہو تصویر تھی

دفن ہیں باغ رسالت کے نہال برگ و گل
ارض دشت کربلا تیری بڑی تقدیر تھی

بنتے ہیں عابدؑ گئے جب کربلا سے شام کو
ہاتھ میں تھی ہتکڑی اور پاؤں میں زنجیر تھی

کرتے کیوں دنیا کی وہ جاگیرداری کا خیال
جب نظر کے سامنے فردوس کی جاگیر تھی

آگ میں خاکی یہ ڈالی اس کو کندن کر دیا
اہلبیتِ مصطفےٰ کی ہر نظر اکسیر تھی

سر کٹاتے ہم برائے اہلبیتِ مصطفےٰ
بنتے محسن کربلائی یہ کہاں تقدیر تھی

مضطر۔ جناب منشی سید ابو حامد صاحب اکبرآبادی تلمیذ حضرت مصطفےٰ اکبرآبادی مدظلہ العالی

رباعی

اے کفر کی ظلمات پہ چھانے والے
منجدھار سے کشتی کو ترانے والے
ایمان میں جاں پڑ گئی تیرے دم سے
سر سجدۂ خالق میں کٹانے والے

سلام

گو تہِ شمشیرِ قاتل گردنِ شبیرؑ تھی
لب پہ جاری تا دمِ آخر مگر تکبیر تھی

بادۂ حبِ علیؑ میں واہ کیا تاثیر تھی
دل کے ہر ذرہ میں پیدا اک نئی تنویر تھی

اے زمینِ کربلا تیری بھی کیا تقدیر تھی
ماہ پاروں سے نبیؐ کے ہر طرف تنویر تھی

باپ کے ہاتھوں پہ نیند آ ہی گئی بے شیر کو
اللہ اللہ کیا سکوں افزا ہوائے تیر تھی

جب حرم لٹ کر چلے کربلا سے سوئے شام
ذرے ذرے سے نمایاں یاس کی تصویر تھی

ہو گیا ایمان مکمل جان پڑی اسلام میں
کشتگانِ راہِ حق کے خون میں وہ تاثیر تھی

کربلا میں دفن آخر کرتے کس کس کو حسینؑ
لاشِ اکبرؑ، لاشِ قاسمؑ، میتِ بے شیر تھی

بن گیا ہر ذرہ کعبہ کربلا کی خاک کا
شاہِ دیں کے سجدۂ آخر میں یہ تاثیر تھی

کوئی ہم شکل نبیؐ تھا کوئی دلبند حسنؑ
کربلا میں قابلِ دید ایک اک تصویر تھی

رنج اکبرؑ کا الم عباسؑ کا اصغرؑ کا غم
اتنے صدمے ایک جانِ حضرتِ شبیرؑ تھی

لب پہ شکوہ تھا نہ تیور پر شکن اللہ رے صبر
ہاتھ پر شبیرؑ کے جب میت بے شیر تھی

بن گیا ہر قطرہ اے مضطرؔ مجھے راہِ نجات
واہ کیا اشکِ غمِ شبیرؑ میں تاثیر تھی

ندا۔ جناب منشی ابن منشی ڈبل حاجی ابن حاجی مولوی علی محمد خاں صاحب ضا اکبرآبادی

دل میں روشن شمعِ حبِ حضرتِ شبیرؑ تھی
اور کہاں سے آئی کعبہ کی یہی تنویر تھی

مرحبا حضرت علی اصغرؑ کی کیا تصویر تھی
ننھی سی صورت کتابِ نور کی تفسیر تھی

خشک کامی میں یہ شہ کی تیزیٔ شمشیر تھی
کربلا کی سب زمیں تر خوں میں دو دو تیر تھی

کون کہتا ہے کہ تھے ابنِ یداللہ تنگ دست
اب بھی ان کے پاس ہے جو باپ کی جاگیر تھی

برسوں چوسا کی زبانِ پاکِ محبوبِ خدا
وہ زباں جو زیبِ حلقِ حضرتِ شبیرؑ تھی

تین دن تک حیف وہ بھوکے رہے پیاسے رہے
روز مرہ جن کے گھر پہ دعوتِ تفطیر تھی

رات کو اک خواب دیکھا تھا کہ ہے محشر بپا
صبح سے تا ظہر اس کی ختم سب تعبیر تھی

رات بھر رستہ چلے اور کربلا ہی میں رہے
اس زمیں کی خاک شہ کی ایسی دامنگیر تھی

کھنگ تخمی ہو یا ہو دمک دمّی کی شان
کربلا میں تھا یہی خوں جس کی وہ تقطیر تھی

قتلِ اعدا کے لیے حضرت نہ بیٹھے وجہ ہے بس
کاٹ تھا تلوار میں اور بات میں تاثیر تھی

خواہشِ دنیائے دوں لعنت ہے تجھ پہ لاکھ بار
کیا مٹانے ہی کے قابل صورتِ شبیرؑ تھی

یہ شہادت اب ہوئی اور یہ قیامت اب اٹھی
جب نہ تھا کچھ جب بھی جنت آپ کی جاگیر تھی

سنتے آئے ہیں ندا قسمت بدلتی ہی نہیں
حُر کی کیوں تقدیر بدلی کیسی وہ تقدیر تھی

نشتر۔ جناب اعجاز محمد صاحب اکبر آبادی

رباعی

کون سمجھا جہان میں شانِ حسینؑ — نکلی امت کے غم میں جانِ حسینؑ
ساری دنیا تھی لرزہ بر اندام — جب لٹا رن میں کاروانِ حسینؑ

سلام

لب پہ تھا شکرِ خدا اور حلق پر شمشیر تھی — آفریں صد آفریں کیا ہمت شبیرؑ تھی
صورتِ شبیرؑ کیا تھی حسن کی تنویر تھی — خاک کی تصویر کب تھی نور کی تصویر تھی
خود اجل بھی محوِ ماتم تھی غمِ شبیرؑ میں — صرف کہنے کیلئے ہی موت دامنگیر تھی
یاد ہے مجبوریِ عابدؑ کا منظر یاد ہے — تھا غبار آلودہ چہرہ پاؤں میں زنجیر تھی
تھے پریشاں کربلا میں ناز کے پالے ہوئے — کوئی ہمدم تک نہ تھا یہ گردشِ تقدیر تھی
منہ چھپائے پھر رہی تھی ہر طرف فوجِ عدو — اکبرؑ جانباز کے جب ہاتھ میں شمشیر تھی
وقت آخر بھی نہ چھوڑا دامنِ صبر و شکیب — صبر کرنا ہی ازل سے فطرتِ شبیرؑ تھی
شکر کر اس کا غمِ حسنینؑ تجھ کو دیدیا
ورنہ اے نشتر کہاں ایسی تیری تقدیر تھی

نکہت۔ جناب غلام جیلانی صاحب باغبان اکبر آبادی

غنچہ و گل خشک بلبل جیب فصاد لگیر تھی — شمر کا خنجر گلے پر سامنے ہمشیر تھی
اس کا سر کاٹا گرا اکر کربلا کی خاک پر — خاک جس کے پاؤں کی صد غیرتِ اکسیر تھی

اک ذرا سا گود میں لیکر دکھایا تھا کہ بس
گردن معصوم میں پیوست نوکِ تیر تھی

نعشِ اصغرؑ گود میں لیکر یہ بانو نے کہا
اب کھلا عقدہ کہ تم کو تشنگی تیر تھی

آب و آتش، باد و گل میں یہ اثر نکہت کہاں
پانچویں شبیرؑ میں بیشک کوئی تاثیر تھی

نسیمؔ۔ جناب سید الطاف حسینؑ صاحب باغبانوی کانپوری

کیوں نہ ہوتا یہ برادر اور وہ ہمشیر تھی
غمزدہ اکبرؑ اِدھر صغریٰؑ اُدھر دلگیر تھی

رن کے اندر دیکھنے والا کوئی اتنا نہ تھا
حضرت جعفرؑ کی دو ٹکڑوں میں ایک تصویر تھی

حرملہ نے تیر مارا یہ نصیبِ حرملہ
شمر نے کاٹا گلا یہ شمر کی تقدیر تھی

اس طرف کوندی ادھر آ کر گری جلتی ہوئی
برق کی تو برق اور شمشیر کی شمشیر تھی

مٹ نہیں سکتا مقدّر کا جو لکھا ہے نسیم
کیوں نہ لڑتے کوفیوں کی موت دامنگیر تھی

تابؔ۔ جناب سید ذوالفقار حیدر صاحب اکبرآبادی جنرل سکریٹری معراج ادب شاہ گنج آگرہ

یہ بھی تکمیل عبادت کی نئی تدبیر تھی
سجدہ خالق میں سر تھا حلق پہ شمشیر تھی

جس کو غرق خون کیا ان میں علیؑ اکبرؑ نہ تھا
ظالمو وہ تو رسول اللہؐ کی تصویر تھی

خون بہا کر اپنا شہ نے عرش ہمسر کر دیا
ورنہ خاک کربلا کی کیا یہی توقیر تھی

لیگئے تھے عابدِ بیمار کو یوں شام تک
طوق گردن میں پڑا تھا پاؤں میں زنجیر تھی

غیرت قومی مسلمانوں میں کیا باقی نہ تھی
بے کفن سبطِ نبیؐ تھے بے ردا ہمشیر تھی

اِک طرف ظلم و شقاوت اک طرف معصومیت ۔۔۔ حرملہ کا تیر تھا اور گردن بے شیر تھی

کیسے کلمہ گو تھے وہ اے ناب ظالم بے حیا
جن کے مذہب میں سوالِ آب بھی تقصیر تھی

نادمؔ۔ جناب محمد لطیف اکبر آبادی تلمیذ حضرت مصطفےٰ اکبر آبادی

تجھ میں یہ کیسی خلش اے حرملہ کے تیر تھی ۔۔۔ اک اشارہ میں ہی زخمی گردنِ بے شیر تھی
ظالموں ہو جاتی بخشش سجدہ کر لیتے اگر ۔۔۔ کُشتگانِ راہِ حق کی خاک وہ اکسیر تھی
شاہ نے رن میں بنائی تربتِ بے شیر جب ۔۔۔ گریہ کُن فرطِ الم سے حیدرؑ کی شمشیر تھی
بعد عاشورہ تھا منظر کربلا کا دلخراش ۔۔۔ بے کفن سبطِ نبیؐ تھے بے ردا ہمشیر تھی
کر دیا پژمردہ یثرب کے گلوں کو بے خطا ۔۔۔ تجھ کو اُن سے کیا عداوت شمر بے توقیر تھی
کر دئے عونؑ و محمدؐ سے پسر شہ پر نثار ۔۔۔ صابرہ ایسی زمانہ میں کوئی ہمشیر تھی

کر دیا پامال اُس کو مار کر برچھی کا پھل
جو کہ اے نادمؔ رسول اللہؐ کی تصویر تھی

نازؔ۔ جناب سید انتظار رضا صاحب اکبر آبادی

رباعی

سمجھ میں آ گیا مطلب کتابِ عمرِ فانی کا ۔۔۔ رہِ خالق میں جاں دینا ہے حاصل زندگانی کا
حسینؑ ابنِ علیؑ اسلام پر مٹ کر زمانے کو ۔۔۔ سکھایا فلسفہ تم نے حیاتِ جاودانی کا

سلام

کربلا عاشور کو تیری عجب تقدیر تھی
تیرے ہر ذرّے میں پنہاں طور کی تنویر تھی

روزِ عاشورہ عجب مظلومیٔ شبیرؑ تھی
بیکسی کے اشک تھے اور تربتِ بے شیر تھی

جس سے ہلچل شام کے آئینہ خانہ میں ہوئی
وہ شہیدِ کربلا کے درد کی تصویر تھی

حافظو تم خوں بھری صورت جسے سمجھا کیے
غور سے گر دیکھتے قرآن کی تفسیر تھی

امّتِ عاصی کی بخشش کا تھا محکم سلسلہ
پائے عابدؑ میں کہاں وہ آہنی زنجیر تھی

کفر کی ظلمت سے نکلا نورِ ایماں بن گیا
واہ اے حُر کس قدر روشن تری تقدیر تھی

جس صدا سے گونجتے ہیں آج تک کون و مکاں
کربلا والوں کی شانِ نعرۂ تکبیر تھی

مٹ گئے خود پر رکھا باقی وجود اسلام کا
خوابِ مرگِ شہ بقائے دین کی تعبیر تھی

ہر قدم پر صدقہ ہوتا تھا شہنشاہی جلال
راہ میں کچھ ایسی شانِ عابدِؑ دلگیر تھی

خون کے گاروں سے بنیادوں کو مستحکم کیا
کربلا میں قصرِ ایماں کی نئی تعمیر تھی

سرنگوں کیوں ہو نہ جائے عالمِ انسانیت
تیر سہ شعبہ کے قابل گردنِ بے شیر تھی

کیا سمجھتے تشنہ کامانِ ستم اُس پیاس کو
آئینہ کوثر کا تشنہ کامیٔ شبیرؑ تھی

حشر برپا کر دیا جس نے سپاہِ شام میں
بے زباں کی نازؔ وہ خاموش اک تقریر تھی

نائبؔ - جناب سید نائب رضا صاحب رضوی اکبرآبادی

حُر کی کیا قسمت سلامی اور کیا تقدیر تھی
نزع میں جس کو میسر زیارتِ شبیرؑ تھی

کربلا سے جا رہا تھا خلق کا مشکل کشا
ہاتھ رسی سے بندھے تھے پاؤں میں زنجیر تھی

بے کفن لاشہ پڑا تھا بادیہ میں بھائی کا
سر برہنہ شام کے بازار میں ہمشیر تھی

نہر پر اس شان سے جاتا تھا سقائے حرم
دوش پر مشک و علم تھے ہاتھ میں شمشیر تھی

رو رہے تھے اشقیا منہ پھیر کر دربار میں
زینبؑ و کلثومؑ کے نوحہ میں یہ تاثیر تھی

لاشِ اکبر پہ یہ کہتے تھے شاہِ بحر و بر
ظالمو یہ تو رسول اللہ کی تصویر تھی

شام کا بازار تھا کوٹھوں پہ خلقت کا ہجوم
ننگے سر رانڈوں کی ہائے دربدر تشہیر تھی

اے فلک دیکھا کیا آئی نہ کچھ تجھ کو حیا
بے کفن سبطِ نبیؐ تھے بے ردا ہمشیر تھی

تین دن کے تشنہ لب تا عصر ہوئے سرور شہید
آلِ پاک مصطفےٰ کی آہ یہ توقیر تھی

وفاؔ۔ جناب محمد سرفراز خاں صاحب وارثی اکبرآبادی

اے بن کاہل بتا بچہ کی کیا تقصیر تھی
تیر کے قابل بھلا کیا گردنِ بے شیر تھی

ظالمو کس کی جوانی کو ملایا خاک میں
شافعِ روزِ جزا کی ہائے یہ تصویر تھی

آہ وہ کربل جواں کا لاش اُٹھانا شاہ کا
بیکسی سر پیٹتی تھی یاس کی تصویر تھی

پا برہنہ نالہ کش دل تھامے عالم یاس کا
جا رہے تھے شام عابدؑ پاؤں میں زنجیر تھی

اُمتِ جد کے لیے سر دیدیا اُف تک نہ کی
کربلا والوں کا حصہ صبر کی جاگیر تھی

چومتے تھے جس کو اکثر شاہ ختم المرسلیں
ہائے اُس نازک گلے پر شمر کی شمشیر تھی

حشر تک دھبہ رہیگا تیرے دامن پر فرات
تیرے ساحل پر پیاسی عترتِ شبیرؑ تھی

کربلا میں اے وفاؔ تھی ہائے کیسی بیکسی
بے کفن سبطِ نبی تھے بے ردا ہمشیر تھی

وزیرؔ۔ جناب اُستاد وزیر خاں صاحب اکبرآبادی

ہو سلام اُس پر بنِ حیدرؑ کی جو تصویر تھی
چاند کو شرما دیا وہ صورتِ شبیرؑ تھی

اللہ اللہ رے تیرے کیا حُسن کی تصویر تھی
دوشِ پر نانا کے جاتے تھے جو ہو ہو کر سوار
پانچ شعبان المبارک کو ہوئے پیدا حسینؑ
کیا قیامت خیز منظر تھا فلک پر کانپ اُٹھا
چرخ نے پردہ شفق کا کر لیا تھا اس لئے
سر جھکائے اور میں کیا دیکھتا تھا بزم میں

رُخ پہ تھا گُل کا گُماں ہر آنکھ میں تحریر تھی
شمر تھا سینہ پہ ان کے حلق پر شمشیر تھی
دس محرم کو جہاں سے رخصت آخر تھی
خون میں ڈوبی ہوئی جب حسن کی تصویر تھی
بے کفن سبطِ نبیؐ تھے بے ردا ہمشیر تھی
دل کے آئینہ میں ایجاں تیری ہی تصویر تھی

ولیؔ جناب مولوی ولی الدین صاحب قادری چشتی فتحپوری سب رجسٹرار [illegible]

جاگزیں دل میں جو فکرِ مدحتِ شبیرؑ تھی
زیرِ خنجر بھی شگفتہ خاطرِ شبیرؑ تھی
سر بسر اظہارِ حق تھا شہ کی جو تقریر تھی
عرش پر ٹھہری نظر مقتل میں تھے شاہِ ہدیٰ
تیغ کے سایہ میں کرتے تھے ادا شکرِ خدا
رحمت للعالمیں کی شانِ رحمت کا نشاں
دشمنوں پر بھی نہ غصہ تھا نہ آتا تھا جلال
ان کو ہوتا بھی تو کیا ہوتا غمِ بے چادری
چاہتے جو کچھ شہ والا وہی ہوتا عیاں
وہ ضیائے چہرۂ پُر نور رائے صلِّ علیٰ
شمعِ بزمِ مصطفےٰ تھی ذاتِ سبطِ مصطفےٰ

بات جو نکلی زباں سے درد کی تصویر تھی
دید کے سامان، وصلِ یار کی تدبیر تھی
بات وہ کیا بات ہے قرآن کی تفسیر تھی
آئینہ دارِ حقیقت ہمتِ شبیرؑ تھی
عبدیت صرفِ نگاہِ حضرتِ شبیرؑ تھی
سیرتِ شبیرؑ تھی یا صورتِ شبیرؑ تھی
سایۂ رحمت سراپا خصلتِ شبیرؑ تھی
سایہ افگن جن کے سر پر چادرِ تطہیر تھی
زیرِ فرمانِ دعائے پنجتن تاثیر تھی
معنیٔ اللہ نور صورتِ شبیرؑ تھی
نیرِ برجِ نبوت کی کھلی تنویر تھی

قدردانِ آلِ احمدؐ تھا رہِ غربت میں کون — خادم تھے، پابوسِ زین العابدینؑ زنجیر تھی
ہم گنہگاروں سے پوچھو کیا ملا روزِ ازل — جو خدا کے گھر سے لائے خلد کی جاگیر تھی

میکدے سے اُٹھ کے آیا ہے لبِ کوثر ولی
کیوں نہ ہو ساقی کی چشمِ ناز دامنگیر تھی

ونس۔ جناب ماسٹر محمدؐ یونس صاحب علم رس شعیب محمدیہ ہائی اسکول آگرہ

ن کا دل قرآن تھا جن کی زباں تفسیر تھی — ان کے سینوں میں نہاں اک صبر کی تصویر تھی
ہہ اُٹھے دونوں جہاں لاسیف الا ذوالفقار — لافتیٰ والے تیری واللہ کیا شمشیر تھی!
ن کے اک سجدہ نے ہر سجدہ کو سجدہ کر دیا — اُس کے سجدہ میں نہاں توحید کی توقیر تھی
و جہادِ فی سبیل اللہ کی یکتا نظیر — رمزِ قرآں خواب ابراہیم کی تعبیر تھی
ر جا نورِ شہادت دین کو چمکا دیا — خود نبوت جگمگا دی واہ کیا تنویر تھی
انہ دل تک نہ پہنچے یہ بھی اک تکبیر ہے — جو جہاں میں گونج اُٹھی وہ بھی اک تکبیر تھی
ر نہ تھا شبیرؑ کا نیزہ پہ اسے فوج یزید — ظلم کے ہاتھوں سے خود یہ ظلم کی تشہیر تھی
ون تھے وہ کون تھے سوچا بھی اے باطل پرست — شانِ والا شان کس کی آیۂ تطہیر تھی

کربلا والوں کے روضے ہم بھی یونس دیکھتے
تھا کہاں ایسا مقدر یہ کہاں تقدیر تھی

کلام غیر طرح

میکش ۔ جناب سید محمدؐ علیؑ شاہ صاحب قادری نیازی رئیس میوہ کٹرہ آگرہ

وہ مظہرِ کل، ختمِ رسالت کا جگر بند
وہ آبروئے اسلام کی، اسلام کی سوگند!

یارب تو خداوند ہے شبیرؑ کا بے شک
لیکن ترا شبیرؑ ہے بندوں میں خداوند

وہ عالمِ خاکی میں ترا مظہرِ کامل
مسرور بلاؤں میں پریشانی میں خورسند

چھینی نہ گئی رنج سے بھی جس کی مسرت
ٹوٹا نہ گیا موت سے بھی جس کا شکر خند

دنیا کے لئے درس ہے مومن کی شہادت
ہر قید سے آزاد ہے اللہ کا پابند

وہ ایک مسلمان حسینؑ ابنِ علیؑ تھے
اور ایک مسلمان ہے یہ "تہذیب کا فرزند"

میں پوچھتا ہوں غیر کا پابند ہے تو کیوں
تو کہتا ہے کیا کہیے کہ ہوں غیر کا پابند

ایمان ہے میرا ترے اسلام پہ لیکن
مومن کہیں رہتا ہے غلامی میں بھی خورسند

شکوہ ہے تجھے تن کی ضعیفی کا بہت کچھ
اور ضعف پہ دل کے ترے روتے ہیں خردمند

کیوں اس کے مقدر میں غلامی نہ ہو جس کو
جینے کا سلیقہ ہے نہ مرنے پہ رضا مند

کوفیوں سے خطاب

بکس۔ جناب سید زادہ تحسین علی صاحب جعفری ادیب اکبر آبادی

پابندِ محبت ہیں گرفتارِ بلا ہیں
ہم خوگرِ آلام ہیں تصویرِ وفا ہیں

شبیر یہ کہتے تھے کھڑی فوجِ عدو سے
تم نے ہمیں سمجھا ہی نہیں کون ہیں کیا ہیں

ہم آیۂ تطہیر کی تفسیر ہیں لوگو
سمجھو ہمیں ہم بندۂ خاصانِ خدا ہیں

ہم دوشِ محمدؐ کے سوار ابنِ علیؑ ہیں
اور رتبہ میں ہم مرتبۂ عرشِ علیٰ ہیں

ہم درسِ قرآں دیتے ہیں لوگوں کو جہاں میں
ہم نقشِ کفِ پائے محمدؐ پہ فدا ہیں

تاریکیٔ عالم کو کیا دور ہمیں نے
ہم شمعِ ہدایت بھی ہیں اور نورِ خدا ہیں

ہم کلمۂ حق کے لئے کنبہ کو کٹا دیں
ہیں ہادیٔ دیں اور امامِ دوسرا ہیں

ہم چاہیں تو اک آن میں دریا کو سکھا دیں
کونین کے مالک ہی نہیں دستِ خدا ہیں

تلواروں کی چھاؤں میں جنم ہم نے لیا ہے
ہم فاتحِ خیبر ہی نہیں شیرِ خدا ہیں

دیں حکم تو پھٹ جائے ابھی سینۂ صحرا
گر جوش میں آجائیں تو ہم قہرِ خدا ہیں

تھرائے فلک نام سے ہم ایسے جری ہیں
کچھ خوف نہیں لاکھ اگر اہلِ دغا ہیں

مٹ جائیں گے ہم نام وفا مٹنے نہ دیں گے
ہم سبطِ پیمبرؐ ہی نہیں اہلِ وفا ہیں

مجبور نہ سمجھو ہمیں تم ظلم کے بانی
مجبور نہیں بندۂ تسلیم و رضا ہیں

ہے پاسِ محمدؐ کہ زباں تک نہیں کھلتی
ورنہ یہ بتاتے تمھیں ہم کون ہیں کیا ہیں

دنیائے دو روزہ میں ہو مغموم نہ بیکسؔ
امداد کو سر پہ ترے محبوبِ خدا ہیں

1
2
3
4
5
6
7
8
9
10
11
12
13
14
15

17
18
19
20